ماہنامہ

انصار اللہ

ایڈیٹر
نصیر احمد انجم

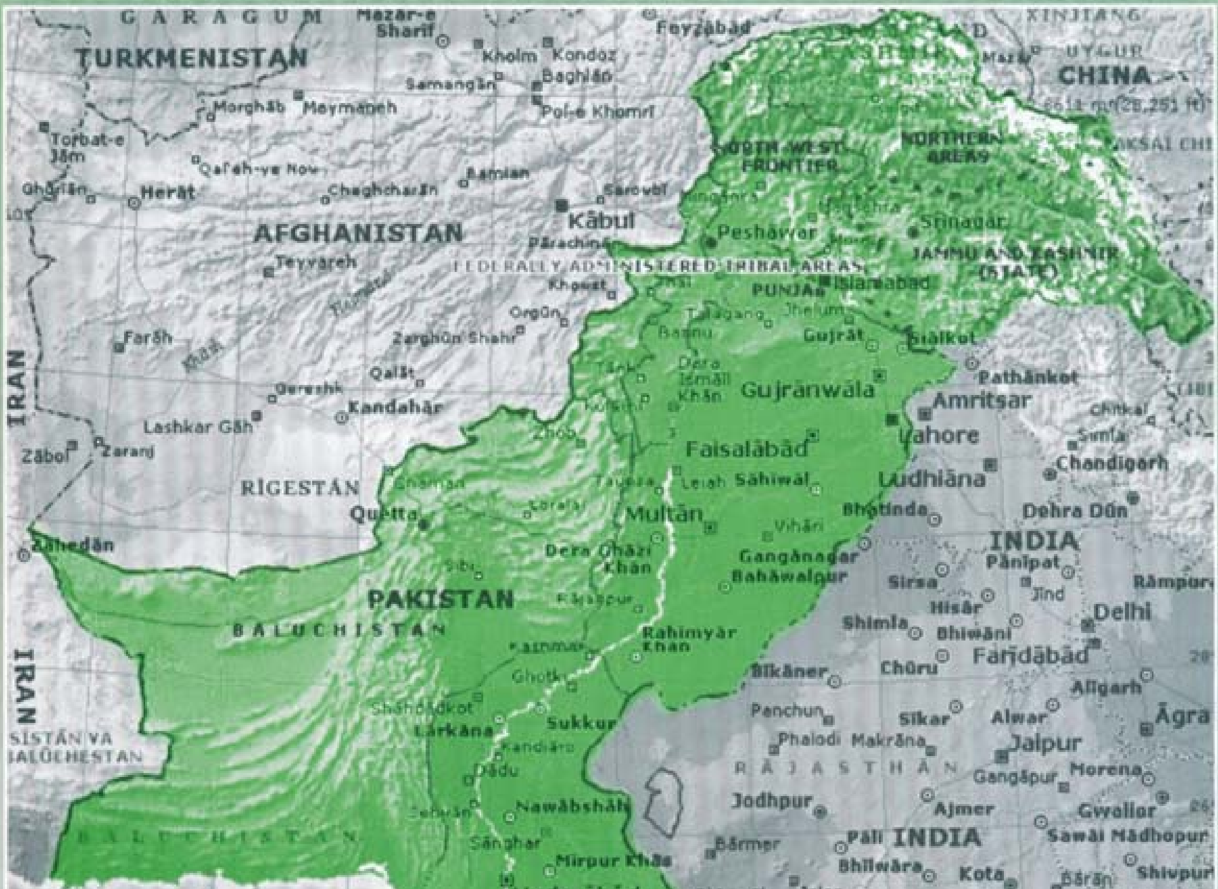

مملکت خداداد پاکستان

ظہور 1386ہش

اگست 2007ء

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ایڈیٹر: نصیر احمد انجم

ظہور 1386 ہش اگست 2007ء

جلد نمبر 48

شمارہ نمبر 8

فون نمبر: 047-6212982 فیکس نمبر: 047-6214631

ای میل: ansarullahpakistan@gmail.com

نائبین

- ریاض محمود باجوہ
- محمود احمد اشرف
- صفدر نذیر گولیکی

پبلشر: عبدالمنان کوثر

پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: انیس احمد

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ

دارالصدر جنوبی، چناب نگر (ربوہ)

مطبع: ضیاء الاسلام پریس

شرح چندہ: (پاکستان)

سالانہ .... ایک سو روپیہ

قیمت فی پرچہ .... 10 روپے

اس شمارہ میں

القرآن: ہستی باری تعالیٰ 2

حدیث نبوی 3

عربی منظوم کلام 4

فارسی منظوم کلام 5

اردو منظوم کلام 6

کلام الامام: بابرکت گھر۔ بابرکت شہر 7

خلاصہ تفسیر سورۃ ''الکوثر'' بیان فرمودہ حضرت مصلح موعود .... 8 تا 20

از: مکرم محمود احمد اشرف صاحب

دفاع پاکستان اور جماعت احمدیہ .... 21 تا 26

از: مکرم محمد اسحٰق چوہدری صاحب

حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے دین حق کا شاندار دفاع اور

سرسید احمد خاں کے علم کلام کی کمزوری .... 27 تا 40

مقالہ نگار: مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب

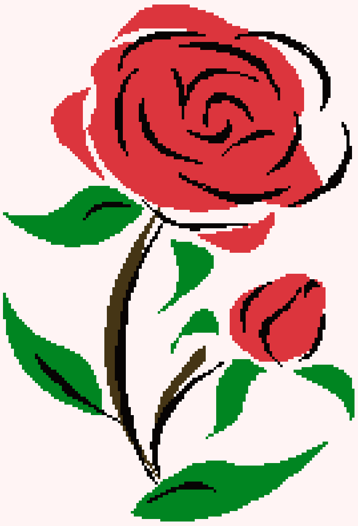

القرآن

خدائے خبیر

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ
مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي
السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝١٧

(سورہ لقمان:17)

ترجمہ: اے میرے پیارے بیٹے! یقیناً اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی چیز ہو پس وہ کسی چٹان میں (دبی ہوئی) ہو یا آسمانوں یا زمین میں کہیں بھی ہو اللہ اُسے ضرور لے آئے گا۔ یقیناً اللہ بہت باریک بین (اور) باخبر ہے۔

(اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حدیث نبوی ﷺ

محبت الٰہی

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : کَانَ مِنْ دُعَآءِ دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

ترجمہ:۔حضرت ابودرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام یوں دعا مانگا کرتے تھے۔ ''اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں۔ اور اُن لوگوں کی محبت جو تجھ سے پیار کرتے ہیں۔ اور اس کام کی محبت جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے میرے خدا! ایسا کر کہ تیری محبت مجھے اپنی جان، اپنے اہل وعیال اور ٹھنڈے شیریں پانی سے بھی زیادہ پیاری اور اچھی لگے۔

عربی منظوم کلام

لَهُ الْمُلْکُ وَالْمَلَکُوتُ وَالْمَجْدُ کُلُّهُ

وَحِیدٌ فَرِیدٌ لَا شَرِیکَ لِذَاتِهِ
قَوِیٌّ عَلِیٌّ مُسْتَعَانٌ مُقَدِّرُ

وہ یگانہ ویکتا ہے اپنی ذات میں لاشریک ہے، قوی (اور) بلند مرتبہ ہے، اسی سے مدد مانگی جاتی ہے (اور) تقدیر بنانے والا ہے۔

لَهُ الْمُلْکُ وَالْمَلَکُوتُ وَالْمَجْدُ کُلُّهُ
وَکُلٌّ لَهُ مَا بَانَ فِینَا وَیَظْهَرُ

اسی کے لئے حکومت، بادشاہی اور ساری بزرگی ہے اور سب اسی کا ہے جو ہم میں ظاہر ہوا اور ظاہر ہوگا

وَدُودٌ یُحِبُّ الطَّائِعِینَ تَرَحُّمًا
مَلِیکٌ فَیُزْعِجُ ذَا شِقَاقٍ وَّیَحْصِرُ

وہ بہت محبت کرنے والا ہے فرمانبرداروں سے از راہ شفقت پیار کرتا ہے۔ وہ بادشاہ ہے سو وہ مخالف کو مضطرب کردیتا ہے اور گھیرے میں لے لیتا ہے۔

یُحِیطُ بِکَیْدِ الْکَائِدِینَ بِعِلْمِهِ
فَیُهْلِکُ مَنْ هُوَ فَاسِقٌ وَّمُزَوِّرُ

وہ اپنے علم سے مکاروں کے مکر کا احاطہ کرلیتا ہے سو وہ اس شخص کو جو فاسق اور فریبی ہو ہلاک کر دیتا ہے

وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَا کُفْوٌ لَّهُ
وَحِیدٌ فَرِیدٌ مَّا دَنَاهُ التَّکَثُّرُ

نہ اس نے کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے، وہ یگانہ اور یکتا ہے۔ کثرت اس کے قریب بھی نہیں آئی۔

(القصائد الاحمدیہ مترجم صفحہ 38-39)

فارسی منظوم کلام

بدیں دارِ فانی دلِ خود مبند

الا اے کہ ہشیاری و پاک زاد

بہ پیگ حرصِ دُنیا مدہ دیں بباد

خبردار! اے وہ جو سمجھ دار اور نیک فطرت ہے کہ دُنیا کے لالچ کے پیچھے دین کو برباد نہ کر

بدیں دارِ فانی دلِ خود مبند

کہ دارد نہاں راحتش صد گزند

اس فانی دنیا سے اپنا دل نہ لگا کہ اس کے آرام میں سینکڑوں دُکھ پوشیدہ ہیں

اگر باز باشد تُرا گوشِ ہوش

زِ گورت ندائے در آید بگوش

اگر تیرے ہوش کے کان کُھلے ہوں، تو تجھے اپنی قبر سے یہ آواز سنائی دے

کہ اے طعمۂ من پس از چند روز

پے فکرِ دُنیائے دوں کم بسوز

کہ چند روز کے بعد اے میرے لقمے۔ تو اس ذلیل دُنیا کے غم میں نہ جلا کر

ہر آں کہ بدنیائے دُوں مبتلا است

گرفتارِ رنج و عذاب و عنا است

ہر وہ شخص جو ذلیل دُنیا کے پیچھے پڑا ہے۔ وہ رنج۔ عذاب اور تکلیف میں گرفتار ہے

(رسالہ ''الوصیت'' روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 322)

اردو منظوم کلام

تیرے بن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے

ٹوٹے کاموں کو بناوے جب نگاہِ فضل ہو
پھر بنا کر توڑ دے اِک دم میں کر دے تار تار

تو ہی بگڑی کو بناوے توڑ دے جب بن چکا
تیرے بھیدوں کو نہ پاوے سو کرے کوئی بچار

جب کوئی دل ظلمتِ عصیاں میں ہووے مبتلا
تیرے بن روشن نہ ہووے گو چڑھے سورج ہزار

اِس جہاں میں خواہشِ آزادگی بے سود ہے
اِک تری قیدِ محبت ہے جو کر دے رستگار

دِل جو خالی ہو گدازِ عشق سے وہ دِل ہے کیا
دل وہ ہے جس کو نہیں بے دلبرِ یکتا قرار

فقر کی منزل کا ہے اوّل قدم نفیِ وجود
پس کرو اس نفس کو زیر و زبر از بہرِ یار

تلخ ہوتا ہے ثمر جب تک کہ ہو وہ ناتمام
اِسطرح ایماں بھی ہے جبتک نہ ہو کامل پیار

تیرے منہ کی بھوک نے دِل کو کیا زیر و زبر
اے مرے فردوسِ اعلیٰ اب گرا مجھ پر ثمار

اے خدا اے چارہ سازِ دردِ ہم کو خود بچا
اے مرے زخموں کے مرہم دیکھ میرا دل فگار

باغ میں تیری محبت کے عجب دیکھے ہیں پھل
ملتے ہیں مشکل سے ایسے سیب اور ایسے انار

تیرے بن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے
ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہو جانا غبار

(درثمین اردو صفحہ 138 مطبوعہ رقیم پریس لنڈن)

کلام الامام

بابرکت گھر۔ بابرکت شہر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے۔ پس اگر تم دنیا کی ایک ذرہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔ اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔ تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کرے گا بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک تم اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ کیڑے ہلاک ہوتے ہیں۔ اور تم میں خدا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں ہلاک کر کے خدا خوش ہوگا۔ لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور وہ گھر بابرکت ہوگا۔ جس میں تم رہتے ہو گے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائے گی اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے۔ تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں۔ اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ۔ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ وری سے پرہیز کرو اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔''

(رسالہ ''الوصیت'' روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 307-308)

خلاصہ تفسیر سورۃ ''الکوثر''

بیان فرمودہ سیدنا حضرت مصلح موعود (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو)

از: مکرم محمود احمد اشرف صاحب

شانِ نزول: مکہ میں کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ دیوانہ سمجھتے تھے اور کوئی سروکار نہیں رکھتے تھے۔ کچھ کہتے تھے کہ یہ شخص قومی مذہب کو بگاڑنے کی کوشش کر رہا ہے اس لئے اس کا مقابلہ کرنا چاہیے چنانچہ وہ آپ کو ایذائیں دیتے تھے۔ لیکن کچھ کا خیال تھا کہ گو یہ ہمارے مذہب کے خلاف تعلیم دیتا ہے لیکن اس مصلحت سے ہمیں اسے کچھ نہیں کہنا چاہیے تا کہ اس کو اہمیت اور عظمت نہ حاصل ہو جائے۔ انہیں لوگوں میں عاص بن وائل تھا جو کہا کرتا تھا کہ محمد کو چھوڑ دو یہ تو ایسا شخص ہے کہ اس کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے۔ اس کی تعلیم کو اس کی وفات کے بعد کوئی قائم نہ رکھ سکے گا۔ اور پھر اس کا ذکر خود بخود منقطع ہو جائے گا۔ اور بھی کئی لوگ آپ کو ابتر کہا کرتے تھے۔ چنانچہ مفسرین کے نزدیک اس سورۃ میں اس خیال کی تردید کی گئی ہے۔

سورۃ الماعون سے تعلق: سورۃ ماعون میں آخری زمانے کے مسلمانوں کی خرابیوں کا ذکر تھا۔ سورۃ الکوثر میں ابتدائی زمانہ کا ذکر ہے یعنی وہ زمانہ جب آٹھ دس آدمی آپ پر ایمان لائے تھے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ** یعنی گو اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے حیثیت نظر آتے ہیں مگر یہ اس عظیم مقام پر پہنچنے والے ہیں جسے کوثر کہا جاتا ہے۔ کوثر کے لفظ میں آپ کی زندگی، عطا کردہ علوم، اخلاقِ فاضلہ، فتوحات سب شامل ہیں۔

دوسرا تعلق یہ ہے کہ سورۃ الماعون میں تکذیب دین کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے چار نقائص کا ذکر تھا یعنی بخل، ترک نماز، ریاء اور آسان ترین نیکیوں سے روکنا۔ یہ چار بدیاں ہیں جو کمزور مسلمانوں اور منافقوں میں پائی جاتی ہیں۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ اس کے بالمقابل مومن کے اندر جس کی بہترین مثال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چار خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ پہلی کوثر یعنی سخاوت، ترک صلوٰۃ کے مقابلہ پر مومن کو فرمایا۔ **فَصَلِّ** یعنی نمازوں کی طرف توجہ کر، کمزور ایمان والے ریاء کی نمازیں پڑھتے تھے اس کے مقابلہ میں یہاں فرمایا **لِرَبِّكَ** یعنی کامل مومن کی نمازیں اپنے رب کے لئے ہوتی ہیں چوتھے **وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ** تھا کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ احسان سے بھی ہمسایہ کو محروم رکھتے ہیں۔ یہاں فرمایا **وَانْحَرْ** یعنی تو اے مومن بندے قربانیاں کر اور ہر رنگ میں قوم کی مدد کر۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝

حل لغات۔ کوثر کے معنی درج ذیل ہیں:

۱۔ الکثیر من کلِّ شئ ۔ ہر چیز کا کسی کے پاس کثرت سے پایا جانا۔

۲۔السید الکثیر الخیر ۔قوم کا سردار جس میں بڑی خیر و برکت پائی جائے۔

۳۔الرّجُل الکثیر العِطاء و الخَیر ۔سخی اور دُنیا میں کثرت سے نیکیاں پھیلانے والا۔

۴۔نھر فی الجنۃ ۔ جنت کی ایک نہر کا نام ہے۔ یہ معنی عربی لغت کے نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق عرب میں رائج ہو گئے اور جس کو لغت والوں نے بھی درج کر دیا۔ بخاری و مسلم کی روایت میں معراج کا ذکر کرتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جنت میں ایک نہر دیکھی ۔ میرے پوچھنے پر جبریلؑ نے بتایا یہ کوثر ہے۔اب کوثر کے یہ معنی احادیث سے ثابت ہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اس سورۃ میں اُسی کوثر کا ذکر ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورۃ معراج سے چھ سات سال پہلے کی نازل شدہ ہے۔لیکن اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہاں کوثر سے مراد وہی نہر ہے جو حضورؐ کو جنت میں عطا ہوگی تو پھر یہ معنی بطور حصر کے نہیں ہیں ۔یعنی یہ نہیں کہ یہاں صرف وہی نہر مراد ہے بلکہ یہ مراد ہوگی کہ قرآن میں جس کوثر کا ذکر ہے۔اس کوثر کی مثال کے طور پر آئندہ زندگی میں حضور کو ایک نہر عطا کی جائے گی ۔کیونکہ جب جنت کی نعماء اس دنیا کی روحانی نعماء کی تمثیل ہوں گی تو ضرور ہے کہ کوثر کی بھی کوئی تمثیل ہو جو متشکل ہو کر اگلے جہان میں آپ کو نہر کی شکل میں عطا کی جائے۔

اس کا ثبوت صحابہ سے بھی ملتا ہے۔ بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے۔"قال فی الکوثر ھو الخیر الَّذِیْ اَعْطَاہُ اللّٰہُ اِیَّاہُ" یعنی کوثر کے متعلق آپ نے فرمایا کہ یہ وہ خیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو ہی عطاء کی ہے۔ایک اور دلیل کہ یہاں کوثر سے صرف نھر فی الجنۃ مراد نہیں ہے یہ ہے کہ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اور اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ یہ تین باتیں کوثر کے نتیجے کے طور پر بتائی گئی ہیں۔اب یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ ہم نے تجھے جنت میں نہر دی ہے اس لئے تو نماز پڑھ قربانی دے اور تیرا دشمن ابتر رہے گا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ ہم تجھے اسی دُنیا میں کوثر عطا کریں گے۔ وہ نعمتیں دیں گے جو آدم سے لے کر قیامت تک کسی کو نہ ملیں گی۔اس کے نتیجہ میں دُنیا حسد کرے گی۔لیکن اس کا علاج یہ ہے کہ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ پھر اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ بھی اسی دُنیا میں ثابت ہوگا۔

سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوثر کے اور معنی کیوں بیان نہیں فرمائے ۔اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی ساری تفسیر آنحضرتؐ سے ثابت نہیں ہے نہ ہی سارے معانی ثابت ہیں۔ دوسرے یہ کہ قرآن کے معنی غور و فکر اور تدبر سے نکلتے ہیں۔مگر اس آیت میں کوثر کے معنی جنت کی نہر کے ایسے تھے جو غور و فکر سے نہیں نکل سکتے تھے کیونکہ یہ معنے تو صرف وہی بتا سکتا ہے جس نے وہ نہر دیکھی ہو۔ پس حضور نے یہ معنی بتا دیئے۔

اصولی بات یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ کے جتنے معنی لغت میں ہوں وہ سب کے سب مراد لئے جاتے ہیں سوائے اُن معانی کے جن کو خُدا نے اُس جگہ پر یا قرآن میں دوسرے مقامات پر رد کر دیا ہو۔ یہاں چونکہ کوئی ایسی تردید نہیں اس لئے یہاں بھی سب معنی

مراد ہیں۔

کوثر کا لفظ ختم نبوت پر دلالت کرتا ہے: کوثر کے معنی الخیر الکثیر کے ہیں۔الخیر اسم تفضیل یعنی سب سے زیادہ کے معنوں پر دلالت کرتا ہے۔ یہاں آنحضرت کی سب انبیاء پر فوقیت کا بیان ہے۔یعنی تمام کمالات نبوت میں آپ کو کوثر عطا ہوا ہے۔کوئی نبی کسی کمال نبوت میں بھی آپ کا ہم پلہ نہیں ہے غور کیا جائے تو یہ لفظ ختم نبوت پر دلالت کرتا ہے۔صحابہ حضور کو شروع سے ہی آخری اور کامل نبی موعود سمجھتے تھے۔

نبوت کے کمالات کا اعلیٰ صورت میں ملنا، اس مضمون کو مکمل طور پر صرف خدا ہی بیان کرسکتا ہے۔تاہم مثال کے طور پر کچھ باتیں بیان کی جاسکتی ہیں۔لیکن کسی کی خوبیوں کا پتہ چلانے کے لئے سب سے پہلے اُس کا دعویٰ دیکھنا چاہیئے۔ آنحضرت کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ غور کرنے پر ہمیں قرآن کریم کی یہ آیت نظر آتی ہے۔

إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ○

(سورۃ مزمل: آیت ۱۶)

دُنیا کے سب نبیوں میں معروف نبی موسوی سلسلہ کے نبی ہی ہیں۔کرشن و رام چندر وغیرہ کی نبوت کو تو بعض مسلمان مانتے ہی نہیں ہیں۔ہمارے پاس اُن کی تعلیمات اور تفصیلات محفوظ نہیں ہیں۔اسرائیلی انبیاء جن کی تاریخ ایک حد تک محفوظ ہے۔اُن کے سردار حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔خدا تعالیٰ حضورؐ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تو بھی موسیٰ جیسا نبی ہے۔لیکن صرف یہ نہیں فرمایا کہ آپ کے کمالات نبوت موسیٰ کے مشابہ ہیں بلکہ فرمایا إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ یعنی آپ کو سب سے بڑھ کر کمالات ملے ہیں۔چنانچہ آنحضرتؐ کے واقعات کا حضرت موسیٰؑ کے واقعات سے موازنہ کر کے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس کس رنگ میں اللہ تعالیٰ نے کوثر عطا فرمایا تھا۔

آنحضرتؐ کی حضرت موسیٰؑ پر فضیلتیں

1- حضورؐ نے امی ہونے کے باوجود حضرت موسیٰؑ سے زیادہ کامیابی حاصل کی اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔

2- حضرت موسیٰؑ کے وقت موسوی تمدن کے لحاظ سے چوٹی پر تھے۔اسی لئے بنی اسرائیل بھی پڑھے لکھے اور متمدن تھے۔ لیکن آنحضرتؐ ایسی قوم کی طرف آئے جو غیر متمدن اور ظاہری علوم سے ناآشنا تھی۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض ماں سے بھی شادی کر لیتے تھے۔لیکن آنحضرتؐ اپنے مشن میں جو قوم کی اصلاح تھا حضرت موسیٰؑ سے بڑھ کر کامیاب ہوئے۔

3- حضرت موسیٰ کو نبوت ملی جو آنحضرتؐ کی نبوت سے چھوٹی نبوت تھی مگر آپ نے کہا وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۔ گویا آپ نے خدا کے حکم کے باوجود دنیوی سامانوں کی مدد چاہی۔خدا تعالیٰ نے بار بار کہا کہ فرعون کی طرف جاؤ مگر تورات سے

معلوم ہوتا ہے کہ آپ انکار کرتے ہی چلے گئے۔ اس کے بالمقابل آنحضرت کے سپرد بہت بڑا کام ہوا۔ لیکن جب آپ پر فرشتہ آیا تو آپ نے دو دفعہ صرف ما انا بقاری کہا پھر فوراً حکم مان لیا اور موسیٰ کی طرح کوئی مددگار نہیں مانگا۔

4- موسیٰ علیہ السلام کے بعد اگرچہ متواتر نبی آتے رہے لیکن تورات محفوظ نہ رہ سکی۔ لیکن حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باوجود اس کے کہ تیرہ سو سال تک نبی نہیں آیا قرآن کریم محفوظ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی قرآن کریم کی ظاہری حفاظت کے لئے نہیں آئے۔ آپ نہ بھی آتے تو قرآن کی ظاہری حفاظت میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا تھا۔

5- فرعون تعاقب کے لئے نکلا اور اپنے لشکر سمیت سمندر میں غرق ہو گیا۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ مدوجزر کے طبعی اصول کے تحت حضرت موسیٰ اتفاق سے نکل گئے اور فرعون غرق ہو گیا۔ یہ کون سی شان والی بات ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کرنے والے غار ثور تک پہنچے۔ وہاں تک قدموں کے نشان تھے۔ لیکن کسی کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ وہ جھانک کر دیکھ سکے۔ اور ناکام واپس چلے گئے۔ دوسری کوشش نہ صرف ناکام ہوئی بلکہ دشمن یعنی سُراقہ نے آپ کی برتری تسلیم کر لی۔ آپ کو سچا نبی تسلیم کر لیا۔

6- آنحضرتؐ کو دشمنوں کی شکست کے بعد قبضہ ملا لیکن حضرت موسیٰؑ کو دشمن کے ملک پر قبضہ نہیں ملا۔ بلکہ وہ لمبے عرصہ تک جنگلوں میں پھرتے رہے۔

7- ہجرت کے بعد موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم نے تائیدات سماوی کو دیکھ لیا ہے۔ اب تم اس ملک پر حملہ کرو اور اسے فتح کر کے خدا کی بادشاہت قائم کرو تو قوم نے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ خدا یہ ملک ہمیں دے گا۔ پس وہ وعدہ پورا کرے ہمیں کیا ضرورت ہے کہ لڑتے پھریں۔ گویا حضرت موسیٰؑ کی آٹھ دس سال کی صحبت نے اُن میں اتنا بھی عرفان پیدا نہ کیا کہ خُدائی دعوؤں کو پورا کرنے کے لئے بندوں کو بھی کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن بدر کا موقعہ آیا تو حضور نے انصار و مہاجرین کو مشورے کے لئے جمع کیا۔ مہاجرین باری باری اُٹھ کر لڑنے کا عہد کرتے تھے۔ انصار خاموش تھے۔ حضور بار بار مشورہ مانگتے تھے۔ اس پر سعدؓ بن عبادہ (سردار خزرج) اُٹھے اور کہا کہ شاید آپ ہماری رائے چاہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا ہاں۔ سعدؓ نے کہا ہم تو اس لئے خاموش تھے کہ مقابلہ مہاجرین کے رشتہ داروں سے ہے اس لئے اگر ہم نے کہا کہ لڑیں گے تو شاید مہاجرین کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گا کہ انصار کو ہم سے محبت نہیں ہے۔ اور اگر آپ کو مدینہ کے معاہدہ کا خیال ہو تو وہ تو ہم نے اُس وقت کیا تھا جب ہم پر آپ کی شان پوری طرح ظاہر نہ ہوئی تھی۔ اب جبکہ ہم آپ کی شان دیکھ چکے ہیں اب تو آپ ہمیں سمندر میں گھوڑے ڈالنے کو کہیں گے تو ہم ڈال دیں گے۔ ہم آپ کے آگے بھی پیچھے بھی اور دائیں بھی اور بائیں بھی لڑیں گے۔ اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔

8- موسیٰؑ کی قوم کو اس گستاخانہ جواب کی وجہ سے خدا نے موعودہ فتح سے محروم کر دیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صرف بارہ سال بعد آپ کی قوم کو ساری متمدن دُنیا پر حکومت مل گئی۔

9- موسوی سلسلہ حضرت عیسیٰ تک رہا۔ اس کے بعد صرف نام کے طور پر ہی رہا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہی لوگ یہ کہنے لگے کہ حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ سے بڑے ہیں۔ بلکہ اُن کو خدا کا بیٹا قرار دے دیا۔ لیکن محمدی سلسلہ تا

قیامت چلتا چلا جائے گا۔

10-موسوی سلسلہ کے آخری خلیفہ کی جماعت نے موسیٰ کی فضیلت کا انکار کر دیا مگر محمدی سلسلہ والوں نے یہ کہا کہ "وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے"

11-حضرت موسیٰ کے بعد جو نبی آئے اُنہوں نے موسیٰؑ کے توسط کے بغیر براہ راست نبوت کا مقام حاصل کیا تھا۔لیکن آنحضرتؐ کے اتباع کو ہر روحانی درجہ آپ کے فیض سے ہی ملے گا۔

12-حضرت موسیٰ کا عصا بعض اوقات سانپ بن جاتا تھا جو ایک کاٹنے والی چیز ہے مگر آنحضرتؐ کو جو شمشیرِ قرآن ملی وہ رحمت ہی رحمت ہے۔

13-موسیٰؑ کو ید بیضا کا معجزہ ملا یعنی اُن کا ہاتھ کبھی کبھی چمکا کرتا تھا۔مگر آنحضرتؐ کو سِرَاجًا مُّنِيرًا کہا گیا یعنی آپ کا سارا جسم روشن اور منور تھا۔

14-حضرت موسیٰؑ صرف بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے جبکہ آنحضرت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سورہ سبا: آیت 30)

15-حضرت موسیٰ کو یہ معجزہ دیا گیا کہ آپ کی قوم کے پلوٹھے مرے لیکن آنحضرتؐ کی قوم کی ساری اولادیں ہی ایک طور سے مر گئیں اور پھر زندہ ہو کر آپ کو مل گئیں۔خالد بن ولید،عمرو بن عاص،عکرمہ بن ابی جہل،ابوسفیان،اس کی مثالیں ہیں۔

16-حضرت موسیٰ کے دشمنوں پر ایک سال کا قحط آیا۔آنحضرتؐ کی قوم پر سات سال کا قحط پڑا اور پھر اُنہوں نے آپ سے ہی دعا کروائی تو اس عذاب سے ان کی نجات ملی۔یعنی آنحضرتؐ کے عذاب کا نشان بھی حضرت موسیٰ کے عذاب کے نشان سے بڑا ہے۔

17-حضرت موسیٰ تجلی الٰہی کو برداشت نہ کر سکے اور بے ہوش ہو کر گر گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (سورۃ النجم: 10-9)

18-حضرت موسیٰ کو کتاب ملی لیکن آنحضرتؐ کو کلام اللہ ملا۔فرق یہ ہے کہ کتاب کے معنی حکم کے ہوتے ہیں اور اسے دوسرے الفاظ میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔لیکن کلام اللہ تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔قرآن کے متعلق ہم قسم کھا سکتے ہیں کہ یہ وہی کتاب ہے جو آنحضرتؐ پر نازل ہوئی لیکن کوئی عیسائی یا یہودی تورات کے متعلق یہ قسم نہیں کھا سکتا۔

دعائے ابراہیمی کے معیار پر آنحضرتؐ کی فضیلت: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ (سورہ بقرہ 130) اس دُعا میں (1)

تلاوت آیات (۲) تعلیم کتاب (۳) تعلیم حکمت (۴) تزکیہ نفوس (۵) کے چار عظیم الشان کاموں کا ذکر ہے۔ یہ درحقیقت سبھی انبیاء کے فرائض ہیں۔ سورۃ کوثر دعائے ابراہیمی کا جواب ہے۔ یعنی نہ صرف یہ کہ دعائے ابراہیمی پوری ہوئی بلکہ آنحضرتؐ کو انتہائی کمال یا کوثر ان صفات میں حاصل ہوا۔ اب ہم ان چاروں کاموں کو الگ الگ تفصیل سے دیکھتے ہیں:

(۱) تلاوتِ آیات: میرے نزدیک آیات سے مراد وہ دلائل عقلیہ ہیں جو خُدا تعالیٰ کی معرفت عطا کرتے ہیں اور وہ معجزات و نشانات ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوتے ہیں۔

ہمارے دین نے تمام ارکانِ ایمان کو عقلی دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے جس کی مثال کسی اور مذہب میں نہیں مل سکتی۔

1- ہستی باری تعالیٰ: دوسرے مذاہب کی کتابوں میں خُدا تعالیٰ کا ذکر تو ہے لیکن اُن میں دلائل نہیں پائے جاتے۔ ہندو یا عیسائی کچھ نہ کچھ دلیلیں دیں گے مگر یہ دلیلیں ان کی کتب میں نہیں پائی جاتیں۔ اسی طرح صفات الٰہیہ کی تشریح بھی نہیں پائی جاتی۔ مثلاً تورات میں خدا تعالیٰ یہ تو کہتا ہے کہ میں سزا دوں گا لیکن وہ کیوں سزا دیتا ہے اس کا ذکر نہیں ہے۔ پھر اگر وہ سزا دیتا ہے تو رحم کرنے والا کیوں ہے؟ ان دونوں صفات کا ربط کیا ہے؟ ان سب باتوں پر تورات خاموش ہے۔

2- ملائکہ: دوسری کتابوں میں ملائکہ کا ذکر تو ہے لیکن ملائکہ کا کیا کام ہے؟ اُن کا خدا سے کیا تعلق ہے؟ بندوں سے کیا تعلق ہے؟ اُن کی ضرورت کیا ہے؟ ان سب باتوں پر صرف قرآن کریم ہی روشنی ڈالتا ہے دوسری کتابوں نے اس مسئلہ کو چھوا تک نہیں۔

3- انبیاء: نبوت کو یوں تو سب قومیں مانتی ہیں لیکن نبی کی تعریف، اُن کا کام، مقام، اغراض کیا ہیں؟ اُن کی صداقت کی علامات کیا ہیں؟ کس حد تک اُن کی اطاعت کرنی چاہئیے؟ یہ سب تفصیلات قرآن کریم نے بیان کی ہیں۔ لیکن یہودی اور عیسائی نبی کی تعریف ہی اپنی کتاب سے بیان نہیں کر سکتے۔

4- قضاء و قدر: اس مسئلے پر بھی سب کتابیں خاموش ہیں۔ قضاء و قدر کے معنی کیا ہیں؟ خدا کا ہمارے کاموں میں کیا دخل ہے؟ اگر دخل ہے تو اُس کا ثبوت کیا ہے؟ بندہ کس حد تک آزاد ہے؟ کس کام میں تقدیر کے ماتحت ہے؟ ان سب باتوں کو بیان کرنے کی فضیلت بھی صرف قرآن کریم کو ہی حاصل ہے۔

5- بعث بعد الموت: اس کے متعلق بھی قرآن کے علاوہ کتابیں یا تو خاموش ہیں یا صرف بعض باتوں کا ذکر ہے۔ اُن کے ثبوت نہیں دیئے۔ اُس کی حکمتیں بیان نہیں کیں۔ نہ اخروی زندگی کے مقاصد بیان کئے ہیں۔ سزا و جزا کی غرض ژند اوستا نے ایک حد تک بیان کی ہے لیکن بائیبل اور وید اخروی زندگی پر خاموش ہیں۔ لیکن قرآن اس کی تفصیلات بیان کرتا ہے۔

غرض آیات الٰہیہ کے بیان کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کوثر ملا وہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اُسے معین طور پر بتایا جاسکتا ہے اور سب مذاہب پر اسلام اور سب نبیوں پر حضورؐ کی فضیلت ثابت کی جاسکتی ہے۔

(۲) تعلیم کتاب: اس میں ہم آپ کا مقابلہ صاحب شریعت انبیاء سے کرتے ہیں کیونکہ جب صاحب شریعت انبیاء پر آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی تو یہ لازمی بات ہے کہ غیر شرعی نبیوں پر خود بخود آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی۔ قرآن کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے صرف دو شرعی نبی آئے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ ویدوں نے بھی شریعت پیش کی ہے مگر یہ پتہ نہیں لگتا کہ وید کس پر نازل ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت زرتشت کی شریعت بھی موجود ہے۔

سب انبیاء نے تعلیم کتاب کا کام کیا ہے پھر حضورؐ کی فضیلت کیسے ثابت ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مقابلہ اظہار تعلیم میں نہیں بلکہ کمال تعلیم میں ہے۔ اظہار تعلیم میں تو سب برابر ہیں۔ پس اس لحاظ سے جب ہم قرآن کریم کا حضرت موسیٰ یا حضرت زرتشت کی کتابوں سے موازنہ کرتے ہیں تو ہمیں عظیم الشان فرق نظر آتے ہیں۔

اب ہم تفصیلات کو لیتے ہیں۔ پہلے شریعت کے بنیادی اصول ہیں۔ اسلام نے پانچ اصول شرائع (ارکان اسلام) قرار دیئے ہیں۔ یعنی (۱) ایمان باللہ، ملائکہ، انبیاء، قضا وقدر، بعث بعد موت (۲) عبادت (۳) زکوٰۃ (۴) روزے (۵) حج۔ ان میں سے ایمانی امور کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ باقی تمام ارکان میں اسلام کو تمام مذاہب پر فضیلت حاصل ہے۔

اسلامی عبادت کی خصوصیات

نماز:

1) اسلامی نماز کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس کی تمام حرکات با غرض، بافائدہ اور باوقار ہیں۔ اور اس میں وہ تمام طریق اختیار کئے گئے ہیں جو مختلف اقوام میں اظہار ادب کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ اس طرح ہر قوم اپنی روح کی تسکین اسلامی نماز میں پاتی ہے۔

2) قبلہ کے ذریعے ایک اتحاد قائم کیا گیا ہے۔ یہودی، عیسائی اور ہندو جدھر چاہتے ہیں منہ کر لیتے ہیں گویا یک جہتی کا احساس نہیں ہوتا۔

3) اسلامی عبادت میں جماعت کا اصل قائم کیا گیا ہے۔ انسانی زندگی انفرادی اور اجتماعی دو پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ کامیاب طریق یہی ہے کہ انفرادیت اور اجتماعیت دونوں کا ایک وقت میں توازن قائم رکھا جائے۔ جو بدرجہ کمال اسلام نے پیدا کیا ہے۔ مثلاً دیگر مذاہب میں اجتماعی عبادت میں شامل نہ ہونے والا گناہگار نہیں ہوتا۔ مگر اسلام میں یہ فرض ہے۔

4) اسلامی نماز میں خدا تعالیٰ نے صفات الٰہیہ پر غور کرنے کا راستہ کھول دیا ہے۔ ہر نماز میں قرآن کریم پڑھا جاتا ہے۔ سورۃ

فاتحہ ہے۔دیگر دعائیں ہیں۔رکوع وسجود ہیں۔عیسائیوں میں ایک مقررہ دُعا ہے جو پادری خود ہی پڑھ دے گا۔

5) اسلامی نماز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لقاء کا ذریعہ بنایا ہے۔اللہ اکبر کہنے کے بعد گویا وہ خدا کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے۔کسی سے بات کرنے یہاں تک سلام کا جواب دینے کی اجازت بھی نہیں ہوتی۔لیکن گرجا میں پادری نماز پڑھا رہا ہوتا ہے۔اس کا ساتھی لیمپ اُٹھائے ہوتا ہے۔کوئی پانی اُٹھائے ہوتا ہے۔کوئی اور کاموں میں مشغول ہوتا ہے۔لیکن نماز سب کی ہو جاتی ہے۔

6) اسلامی نماز کے ذریعہ اسلام نے دُعا کا راستہ کھولا ہے۔بعض مقررہ لازمی دُعائیں ہیں مثلاً سورۃ فاتحہ۔باقی انفرادی اور قومی ضرورتوں کے مطابق دعائیں ہیں۔

7) قرأت بالجہر اور قرات بالسر بھی اسلامی نماز کی ہی خصوصیت ہے۔

8) امامت کے لئے کسی خاندان یا کسی خاص قوم کی خصوصیت نہیں رکھی۔عیسائیوں میں مقررہ پادری، ہندوؤں میں خاص نسل کا پنڈت ہی نماز پڑھاتا ہے۔سکھوں میں گرنتھی کے سوا دوسرا آدمی گرنتھ صاحب کا پاٹ نہیں کرا سکتا۔لیکن اسلام میں ہر دیندار آدمی نماز پڑھا سکتا ہے۔اسی طرح ادائیگی نماز میں بھی کسی قسم کا امتیاز نہیں رکھا جاتا۔جبکہ انگریزوں کے گرجوں میں بعض لوگوں کے لئے جگہیں مخصوص ہوتی ہیں۔

9) آنحضرتؐ نے فرمایا جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا۔عیسائی صرف گرجے میں، ہندو صرف مندر میں اور سکھ صرف گوردوارے میں نماز پڑھتے ہیں۔

10) اسلام نے نماز کے ساتھ نوافل رکھے اور آنحضرتؐ نے پسند فرمایا کہ نوافل گھروں میں پڑھے جائیں۔اس طرح بھی چپے چپے پر عبادت کا راستہ کھول دیا۔

11) معین نماز تو ہر وقت ادا نہیں ہو سکتی لیکن غیر معین صورت کی عبادت یعنی ذکر وفکر ہر وقت ہو سکتا ہے جن کی لاتعداد صورتیں اسلامی شریعت نے بیان کی ہیں۔مثلاً بسم اللہ، الحمد للہ، سبحان اللہ اور دیگر مختلف مواقع کی دُعائیں ہیں۔

زکوٰۃ:

زکوٰۃ کی جو تفصیلات اسلام بیان کرتا ہے وہ بے مثال ہیں۔اسلام کے بیان کردہ اصول درج ہیں۔تمام ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مساوی طور پر پیدا کی ہے۔چونکہ قبضہ اور عمل یعنی کام بھی ایک حق رکھتا ہے۔اس لئے خالص اور کامل کو کچھ زائد حق ملے گا۔کوئی شخص مال کو روپیہ کی صورت میں جمع نہ کرے بلکہ چکر میں رکھے تاکہ دوسرے بھی فائدہ اُٹھائیں۔

اسلام نے غرباء کی مدد کی بے شمار صورتیں رکھی ہیں۔غلام آزاد کرنا، کھانا اور لباس دینا وغیرہ اس مدد کے بہت سے

مواقع بھی پیدا کئے۔ مثلاً ولیمہ، عقیقہ، تقسیم ورثہ، خوشی کے وقت غرباء کا خاص خیال رکھا، اسی طرح مختلف گناہوں کے کفارہ کے طور پر غرباء کی مدد کرنا۔

روزے:

اجتماعی روزے کسی اور قوم میں نہیں ہیں۔ چند روزے عیسائیوں اور ہندوؤں میں ہیں مگر نامکمل شکل میں ہیں۔

حج:

حج اجتماع قومی کا زبردست ذریعہ ہے۔ تمام صاحبِ استطاعت لوگوں کو ایک مرکز میں اکٹھا ہونے کا حکم ہے۔ چنانچہ اس کے فوائد میں قومی ضروریات پر غور اور ان کو ادا کرنے کی کوشش کرنا شامل ہے۔ کسی اور مذہب میں حج فرض نہیں ہے۔

شریعت کی تفاصیل میں بھی آنحضرتؐ کو کوثر عطاء ہوا ہے

پہلے اصولی امور کا ذکر تھا۔ شریعت کی تفاصیل میں بھی کوئی کتاب قرآن کریم کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس میں مندرجہ ذیل امور اہم ہیں۔

عورتوں کے حقوق: قرآن پہلی کتاب ہے جس نے عورتوں کے حقوق کو تسلیم کیا۔ سب بنی نوع انسان کے نفس واحدہ سے پیدا کرنے کا تصور دیا گیا۔ بتایا کہ مرد و عورت کے دماغ، جذبات اور احساسات ایک ہی قسم کے ہیں۔ چنانچہ حضور اہم امور میں عورتوں سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ جبکہ پہلے حالت برعکس تھی۔ بتایا کہ عورت کی مرضی کے بغیر اس کی شادی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح عورت کو جائیداد کا وارث قرار دیا۔ جبکہ یورپ میں بھی ۱۹ویں صدی کے آخر تک عورت کے وارث ہونے کا کوئی قانون نہ تھا۔ عورتوں کی تعلیم پر اسلام نے بہت زور دیا۔ جس کی لڑکیاں ہوں اور وہ اُن کی اچھی تربیت کرے وہ جنتی ہے۔ (حدیث) بیوی کے حقوق بتائے۔ مرد کو اُس کا کفیل بنایا۔ مگر وہ عورت کی جائیداد سے جبراً کچھ نہیں لے سکتا۔

شہریت کے اصول:

ہمسایوں کے حقوق بتائے، حفظانِ صحت کے اصول دئے، لین دین کے معاملات کو درست رکھنے کے لئے ہدایات دیں، قومی طور پر تعلیم کا حق اسلام نے تسلیم کیا، حکومت کو ہر فرد کی خوراک، رہائش اور لباس کا ذمہ دار قرار دیا حضرت عمر کے دور میں پہلی مردم شماری اسی غرض سے کروائی گئی تھی، شادی بیاہ کے قوانین عطاء کئے۔ حکومت انتخابی ہونی چاہیئے خود حضور کو فرمایا۔ **شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ** (سورہ آل عمران: آیت 17)، جنگ کے احکامات دیئے، خود جنگ شروع کرنے کی اجازت نہیں دی۔ عورت خواہ جنگ میں شامل ہو اُس پر وار نہ کرنے کا حکم ہے۔ دشمن کے اعضاء کاٹنے، نابالغ، عورت یا بوڑھے کے قتل سے روکا۔ بے خبری میں حملہ نہیں رکھا۔ پھر یہ کہ دشمن ہتھیار پھینک دے تو تم بھی پھینک دو۔ غیر قوموں سے تعلقات کے اصول دیئے۔ جانوروں کے

حقوق بھی بیان کئے۔

حکمت

حکمت کے معنی فلسفہ کے ہیں۔فلسفہ کسی چیز کے موجب اور اسکی غرض وغایت کی طرف توجہ دلاتا ہے۔کتب الہامیہ میں قرآن کریم ہی وہ پہلی کتاب ہے جس نے اپنے تمام احکام کی بنیاد حکمت اور فلسفے پر رکھی ہے۔چند مثالیں درج ہیں۔

(1) اسلام اپنے احکامات کے ذریعے صرف گناہ سے نہیں روکتا بلکہ گناہ کے دروازوں کو بھی بند کرتا ہے۔اور اس طرح لطیف رنگ میں گناہ کا فلسفہ بیان کرتا ہے۔مثلاً عیسائیت کہتی ہے کہ تو غیر عورت پر بدنیتی سے نظر نہ ڈال لیکن اسلام کہتا ہے کہ نہ بدنیتی سے اور نہ ہی نیک نیتی سے دیکھو کیونکہ بدنیتی تو دیکھنے کے بعد ہی پیدا ہوگی۔

(2) فرمایا نماز کوئی چٹی نہیں ہے بلکہ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (عنکبوت: ۴۶) کس طرح روکتی ہے۔یہ لمبا مضمون یہاں بیان نہیں ہوسکتا بہرحال قرآن صرف نماز کا حکم نہیں دیتا بلکہ اس کی حکمت اور وجہ بھی بیان کرتا ہے۔

روزہ کے متعلق فرمایا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی اس سے اتقا پیدا ہوتا ہے اور جب اتقا پیدا ہوگا تو تم ہر قسم کی خرابیوں سے بچ جاؤ گے۔اسی طرح اس سے غربا پروری کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔جو قومی ترقی کے لئے بہت ضروری چیز ہے۔

(3) قرآن کی یہ خوبی اپنے اندر بھاری حکمت رکھتی ہے کہ اُس نے تمام احکامات میں اعتدال کا حکم دیا ہے۔تا کہ نفس انسانی پر بوجھ پڑکر ملال کا موجب نہ ہو۔کھانے پینے میں، مال خرچ کرنے میں، عبادت میں غرضیکہ ہر چیز میں اعتدال کا حکم دیا۔

(4) اخلاق کا فلسفہ یہ ہے کہ اخلاق فاضلہ فطرت کے صحیح استعمال کا نام ہے۔فطرت نیکی پر مبنی ہے صرف اُس کا غلط استعمال خرابی پیدا کرتا ہے۔یہ حکمت اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب نے بیان نہیں کی ہے۔مثلاً عیسائیت شادی نہ کرنے کو نیکی کہتی ہے۔

تزکیہ نفوس

تزکیہ تین قسم کا ہوتا ہے۔عمل کا، جذبات اور فکر کا، اگر کسی مذہب کی تعلیم درست ہے تو وہ ضرور اپنے متبعین کا تزکیہ کرے گا۔ لیکن اگر تعلیم درست نہیں تو پھر اس پر عمل کر کے انسان ضرور ٹھوکر کھائے گا۔حقیقی تزکیہ صرف اسلام ہی کرسکتا ہے۔کوئی اور مذہب عمل کے تزکیہ، جذبات کے تزکیہ اور فکر کے تزکیہ میں اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔صحابہ کرام کی زندگیاں تزکیہ نفس کی بے شمار عملی مثالوں سے بھری پڑی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تزکیہ میں بھی کوثر ملا

تزکیہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تزکیہ کرنے والا خود مزکی ہو۔چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنی مشیت اور حکمت کے ماتحت حضورؐ کو ہر حالت میں سے گذارا کہ آپ کے مزکی ہونے کا ثبوت اہل دنیا کو مل سکے۔

(1) عمر کا مضبوط ترین حصہ غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں گذارا مگر کوئی الزام نہ آیا۔

(2) غربت کے باوجود غیر معمولی استغناء کا ثبوت دیا۔کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ آپ نے کسی سے بھی کبھی کوئی چیز مانگی ہو یا خواہش بھی کی ہو۔

(3) عمر کے تفاوت کے باوجود آپ نے حضرت خدیجہ سے غیر معمولی وفا کا مظاہرہ کیا۔

(4) شادی کے بعد خدیجہؓ نے سب مال اور غلام حضورؐ کو دے دیئے لیکن آپ نے غلاموں کو آزاد کر دیا۔اور فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ میرے جیسا کوئی انسان میرا غلام کہلائے اور مال ملنے پر سخاوت کا غیر معمولی مظاہرہ کیا۔

(5) زید کو آزاد کیا تو انہوں نے کہا میں آزاد نہیں ہونا چاہتا۔ماں باپ آئے تب بھی انہوں نے حضور کے پاس رہنے کو ترجیح دی۔

(6) وحی نازل ہوئی تو ما انا بقاری کہہ کر انکسار کا ثبوت دیا۔

(7) غیر معمولی مخالفت پر صبر کا حیرت انگیز نمونہ دکھایا۔

(8) لوگوں نے آپ کی باتیں سننے سے انکار کر دیا تو استقلال کا مظاہرہ کیا۔

(9) صحابہ پر ظلم ہوئے تو آپ نے خیر خواہی کا ثبوت دیتے ہوئے ان کو حبشہ ہجرت کی اجازت دی۔یہ نہ چاہا کہ جتھہ بنالیں۔

(10) ہجرت کی اور مکہ جیسا پیارا وطن چھوڑ کر عظیم قربانی کی۔

(11) شدید ایذاؤں پر بھی خیر خواہی کا ثبوت دیا۔سفر طائف کا واقعہ ایک عظیم مثال ہے۔

(12) مدینہ جا کر غیر معمولی دانشمندی کا ثبوت دیا۔تنظیم کی،یہودیوں سے معاہدات کئے۔مہاجرین کے حقوق قائم کئے۔

(13) لڑائیوں میں غیر معمولی بہادری ذہانت اور ہوشیاری کا ثبوت دیا۔

(14) مدینہ جا کر استغناء کا ثبوت دیا۔یتیم لڑکوں کی زمین مسجد نبوی کے لئے،پیشکش کے باوجود مفت نہ لی۔

(15) دوسروں کے جذبات کا خیال رکھا۔

(16) جذبۂ توحید میں آپ بے مثال تھے۔اُحد کے میدان میں توحید سے محبت کا بے مثال اظہار۔

(17) کمزوروں کی حفاظت کا جذبہ۔

(18) جنگ بدر پر خلق عظیم کا ثبوت قیدیوں سے مساوات کا برتاؤ کیا۔

(19) فتح مکہ پر ایک انصاری کمانڈر نے ابو سفیان کو کہا۔ہم تمہارا سر کچلیں گے۔ابو سفیان نے حضور سے شکایت کر دی۔آپ نے کمانڈر کو معزول کر کے اُن کے بیٹے کو کمانڈر بنا دیا۔عین حملہ کے وقت کمانڈر صرف اس لئے بدل دینا کہ اس نے دشمن کی دل شکنی کی ہے معمولی چیز نہیں۔اس سے بسا اوقات لشکر میں بغاوتیں ہو جاتی ہیں۔

(20) فتح مکہ پر جانی دشمنوں کو معاف کیا۔حضرت بلال کو جھنڈا دیا کہ جو اس کے نیچے آجائے گا اُسے معاف کر دیا جائے گا۔علم النفس کے لحاظ سے یہ آپ کے اخلاق فاضلہ کی زبردست مثال ہے۔اس رنگ کے انتقام سے بلال کا سر اونچا کر دیا اور مکہ والوں کو عذاب سے نجات دی۔

(21) بہادری اور توحید سے محبت کا جنگ حنین پر عظیم الشان مظاہرہ۔

(22) دشمن کا حملہ متوقع تھا۔ایک رات شور ہوا۔صحابہ باہر نکلے تو دیکھا حضور گھوڑے پر باہر سے آرہے ہیں۔فرمایا کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے۔دلیری کا ثبوت ہے۔

(23) لوگوں کے حقوق کا خیال، ایک دینار گھر پڑا رہ گیا تھا نماز کے بعد فوراً گئے اور لاکر دیا جو غنیمت اور صدقات کا مال تھا۔

(24) طے قبیلے پر حملہ کیا۔وہ سب قید ہوگئے۔ایک لڑکی نے کہا میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔جس کی سخاوت سے سارا عرب گونج رہا ہے۔حضور نے فرمایا اس کا باپ محسن اور نیک تھا۔اس لئے لڑکی کو آزاد کیا جائے۔لڑکی نے کہا میرے قبیلے کے افراد کو بھی رہا کریں۔آپ نے سب کو رہا کر دیا۔یہ آپ کا جذبہ احسان مندی تھا۔ورنہ حاتم کا اسلام پر کوئی احسان نہ تھا۔صرف یہ کہ وہ غریبوں پر احسان کیا کرتا تھا۔

(25) یہودی مہمان نے رات کو بستر پر پاخانہ کر دیا۔صبح خود بیٹھ کر دھلوایا۔عورت جو پانی ڈال رہی تھی۔اس نے یہودی کو برا بھلا کہا۔فرمایا بددعائیں مت دو۔کیا پتہ اس کو کیا تکلیف تھی۔

(26) بادشاہت میں غربت کو پسند کیا۔

(27) وفات کے قریب فرمایا کسی نے بدلہ لینا ہو تو لے لو ..... صحابی نے بڑھ کر چوم لیا۔یہ آپ کا عظیم تقویٰ ہے۔

(28) انکسار تھا۔اپنے آنے پر صحابہ کو کھڑا ہونے سے منع فرماتے۔

(29) غریب صحابہ سے محبت، ایک صحابی جو کالے، بدصورت، مزدور تھے، کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ ....حضرت ابو ہریرہ کی بھوک میں ان کا مداوا کیا۔

(30) شرک کے خلاف جذبہ تھا۔وفات کے قریب فرمایا خدا لعنت کرے یہود اور نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا۔

خلاصہ یہ کہ حضور خود سب سے بڑے مزکی تھے۔اور ابراہیمؑ کی دعا کا یہ پہلو بھی نہ صرف پورا ہوا بلکہ اس میں بھی آپ کو کوثر عطا ہوا۔

اللھم صل علی محمد و الہ و اصحابہ

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

صلوۃ کے معنی نماز اور دعا کے ہیں۔نحر کے معنی ۔اول وقت میں نماز کا ادا کرنا ، دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا گردن سے نیچے اور سینہ کے اوپر کا حصہ، قبلہ رو کھڑا ہونا۔سیدھا کھڑا ہونا اور ادھر ادھر نہ دیکھنا نیز اونٹ کی قربانی کے ہیں۔پس اس سب معنوں کی رو سے آیت کے معنی ہوں گے تو ہمیشہ اپنے رب کے لئے اول وقت میں نماز پڑھ، ہاتھ باندھ کر پڑھ، قبلہ رو ہو کر پڑھ، ادھر ادھر نہ دیکھ۔نیز قربانی کر۔

رب کا لفظ اعتماد پیدا کرنے کے لئے بولا گیا ہے کہ جس خدا سے تم مانگنے لگے ہو وہ سابق زمانہ سے تمہارا محسن اور مربی چلا آیا ہے۔ ہمیشہ بندوں کو دیتا ہے۔

کوثر کے معنی خیر کثیر کے کئے جائیں تو اس آیت سے جو نظر آتا ہے۔خیر کثیر ملنے پر حاسد پیدا ہوتے ہیں۔مخالفتیں ہوتی ہیں۔پس فرمایا تیار ہو جاؤ دعائیں کرو نمازیں پڑھو اور قربانیاں دو تا کہ یہ سب بلائیں ٹل جائیں۔چنانچہ ایسا ہی ہوا دعاؤں اور قربانیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ کوثر قائم ہو گیا اور

مخالفین مٹ گئے۔

کوثر کے معنی روحانی فرزند کے کئے جائیں تب بھی جوڑ بنتا ہے کہ جس طرح جسمانی بیٹے کی پیدائش پر لوگ شکر کرتے ہیں۔ قربانی کرتے ہیں اسی طرح تو بھی اس شاندار بیٹے کی پیدائش پر شکر کر قربانی اور نماز پڑھ کیوں کہ اس کے ذریعے تیرا نام قائم رکھا جائے گا۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

ابتر وہ شخص ہوتا ہے جس کی اولاد نہ ہو یا جس کی کوئی نرینہ اولاد نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دشمن کا یہ اعتراض نہیں تھا کہ آپ کے اولاد نہیں ہے بلکہ یہ تھا کہ آپ کے کوئی لڑکا نہیں ہے۔ اس لئے آپ ابتر ہیں۔ چنانچہ اسی اعتراض کا جواب دیا گیا ہے اس آیت میں۔ دشمن کہتا ہے محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے لڑکا نہیں۔ لیکن دنیا دیکھے گی کہ تیرا یہ دشمن ہی ابتر رہے گا۔ اور اس سے یہ مطلب صاف ظاہر ہے کہ تو ابتر نہیں رہے گا بلکہ تیرے لڑکا ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریمؐ کے تقریباً سب دشمنوں کے ہاں اولاد تھی۔ اُن کے لڑکے تھے۔ اُن کی نسلیں چلیں اور اب تک بھی موجود ہیں۔ غرض کوئی بھی ابتر نہیں رہا۔ مگر رسول کریم کا کوئی لڑکا زندہ نہیں رہا۔ یہ ایک بھاری اعتراض ہے۔ بات یہ ہے کہ

یہاں روحانی اولاد مراد ہے: پہلے بتایا جا چکا ہے کہ لغت میں کوثر کے معنی بڑا سخی آدمی یا صاحب الخیر الکثیر کے بھی ہیں۔ پس جس طرح کوثر سے جسمانی اولاد مراد نہیں اسی طرح ابتر میں بھی جسمانی اولاد مراد نہیں ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ تیرا دشمن اپنے عقائد کو چلانے والی نسل سے محروم ہو جائے گا۔ لیکن تو اس لحاظ سے صاحبِ اولاد رہے گا۔

آنحضرتؐ کو ابتر آخر اسی لئے کہا جاتا تھا کہ ہمارے بعد ہمارے عقائد کو قائم رکھنے والی اولاد موجود ہے لیکن محمد رسول اللہ کی تعلیم کو قائم رکھنے والی اولاد موجود نہیں ہے۔ لیکن جب عکرمہؓ مسلمان ہوئے اور انہوں نے اسلام کے لئے قربانیاں کیں تو ابوجہل کا دعویٰ جھوٹا ہو گیا۔ ولید اسلام کا شدید دشمن تھا۔ آنحضرتؐ پر گند پھینکتا تھا۔ اُس کا بیٹا خالدؓ بن ولید آنحضرتؐ کا فدائی اور جاں نثار بنا۔ گویا خالد آنحضرتؐ کا بیٹا بن گیا۔ اور ولید اولاد سے محروم رہا۔ عاص کے بیٹے حضرت عمروؓ بڑے پائے کے صحابہ بنے۔ مصر آپ نے ہی فتح کیا۔ ابوسفیان کے بیٹے معاویہ اسلام کے خدمت گذار بنے۔ پس تمام دشمن لاولد رہے۔ اور آپ کو خدا نے فرمایا کہ ہم تجھے خیر کثیر رکھنے والا روحانی بیٹا عطا فرمائیں گے۔

نصاب سہ ماہی سوم

(جولائی تا ستمبر ۲۰۰۷ء)

1- ترجمہ قرآن کریم پارہ نمبر 6 نصف اوّل 2- کتاب "ضرورۃ الامام" از حضرت مسیح موعود علیہ السلام (روحانی خزائن جلد ۱۳) 3- کتاب "ہستی باری تعالیٰ" از حضرت مصلح موعود نصف آخر (انوار العلوم جلد ۶)

(مرسلہ: قائد تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان)

دفاع پاکستان اور جماعت احمدیہ

(مکرم محمد اسحٰق چوہدری صاحب. لاہور)

راقم الحروف نے مذکورہ بالا عنوان پر قلم اٹھانا اس لئے ضروری سمجھا تا جماعت کے ہر فرد کو علم ہو کہ پاکستان کی بری۔ بحری اور فضائیہ افواج کے احمدی افسروں اور جوانوں نے پاک بھارت کی دونوں جنگوں یعنی 1965ء اور 1971ء میں بہادری جرأت اور شجاعت کے کیسے کیسے جوہر دکھلائے اور حکومت پاکستان سے بڑے بڑے اعزازات حاصل کئے۔ دوسرا اہم مقصد مخالفین کے اس اعتراض کا تفصیلی جواب دینا ہے۔ جو وہ جماعت پر کرتے ہیں کہ احمدی پاکستان کے ساتھ مخلص نہیں ہیں۔ اور ہمیشہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ نیز انہوں نے ہمیشہ مسلمانوں کی بجائے غیر مسلموں کا ساتھ دیا ہے جس کی وجہ سے گورداسپور کا ضلع بھارت میں شامل ہوا۔ وہ نادان یہ نہیں جانتے کہ احمدیوں کا مرکز قادیان ضلع گورداسپور میں واقع ہے وہ بھلا اپنے مرکز کے خلاف کسی کارروائی میں کیسے حصہ لے سکتے ہیں۔ وہ تو اس کے حصول کے لئے نہ صرف کوشش کرتے بلکہ بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کرتے۔ نادان دشمن یہ نہیں جانتے کہ ہر احمدی وطن سے محبت کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتا ہے۔ لہذا ان کا یہ اعتراض بھی دیگر اعتراضات کی طرح سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

چنانچہ جماعت احمدیہ کے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد (......) نے پاکستان کے معرض وجود میں آتے ہی نہ صرف ملک وملت کے مستقبل کے لئے رہنمائی فرمائی بلکہ ملک کی بقاء اور سالمیت کے لئے گراں قدر مشورے بھی دیئے آپ فرماتے ہیں۔

ا۔ پاکستان کی فوج وفضا کی طاقت اور بحری طاقت کو فوری بڑھانا نہایت ضروری ہے۔

۲۔ پاکستانی فوج کی راہنمائی انگریز افسروں کی بجائے پاکستانی جرنیلوں کے سپرد ہونی چاہیے۔

۳۔ وہ لوگ جو سرحدوں کے ساتھ ساتھ بستے ہیں ان کو فوجی ہتھیاروں کے استعمال کی تربیت دی جائے۔

(اخبار ایسٹرن ٹائمز یکم دسمبر 1947)

۴۔ پاکستانی بحریہ کو آب دوز Sub-Marines اور ہوائی جہاز بردار جہاز Aircraft Carriers مہیا کرنے کے لئے فوری طور پر قدم اٹھانا چاہیے۔

(اخبار الفضل 11 جنوری 1948ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 424)

فرقان بٹالین

جماعت احمدیہ نے حکومت پاکستان کے مطالبہ اور خواہش پر جون 1948ء کو کشمیر کے محاذ پر ایک رضا کار بٹالین بھجوائی جس کا نام فرقان بٹالین رکھا گیا۔ یہ بٹالین تین ہزار رضا کار مجاہدین پر مشتمل تھی اس کے ذمے سعد آباد کی حفاظت تھی

جو اس نے احسن طریقہ سے ادا کی۔ جب اس بٹالین کا کام ختم ہوگیا تو اس وقت کے پاکستانی فوج کے کمانڈرانچیف نے 17 جون 1950ء کو مندرجہ ذیل الفاظ میں اس کو خراج تحسین پیش کیا۔

''دشمن نے ہوا پر سے اور زمین پر سے آپ پر شدید حملے کئے لیکن آپ نے ثابت قدمی اور اولوالعزمی سے مقابلہ کیا۔ اور ایک انچ زمین بھی اپنے قبضہ سے نہ جانے دی۔''

(تاریخ احمد جلد ششم صفحہ 673تا 674)

اپنی ذمہ داریوں کو سرانجام دیتے ہوئے بٹالین کے نو مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔ اب راقم الحروف ان جنگوں کا مختصراً ذکر کرتا ہے جو 1965ء اور 1971ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان لڑی گئیں۔

جنگ 1965ء

بھارت نے جنگی قوانین کو بالائے طاق رکھتے ہوئے 6 ستمبر 1965ء کو پاکستان پر حملہ کردیا۔ اس جنگ کے چار بڑے محاذ تھے۔ جن میں سے تین محاذوں کی کمان احمدی افسروں کے سپرد تھی۔ جنہوں نے اپنے اپنے محاذ پر بہادری۔ جرأت اور شجاعت کے بے مثال نمونے پیش کرتے ہوئے عظیم الشان کامیابیاں حاصل کیں۔

ا۔ رن کچھ کا محاذ

اس محاذ کی کمان ایک احمدی بریگیڈیئر افتخار جنجوعہ کے سپرد تھی۔ انہوں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اگلے مورچوں میں جنگ لڑی۔ وہ جنگ کے دوران زخمی بھی ہوگئے۔ انہوں نے دشمن پر حملے کر کے اس کے وسیع علاقہ پر قبضہ کرلیا اور ہیرو آف رن کچھ کہلائے۔ ان کی بہادری جرأت اور شجاعت کے اعتراف میں ان کو بہادری کا دوسرا بڑا اعزاز ہلال جرأت دیا گیا۔

۲۔ چونڈہ کا محاذ

دوسری جنگ عظیم کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ چونڈہ کے محاذ پر لڑی گئی۔ اس محاذ کی کمان ایک احمدی بریگیڈیئر جس کا نامی اسم گرامی عبدالعلی ملک ہے، کے سپرد تھی۔ اس نے اس بہادری اور جرأت سے دشمن کا مقابلہ کیا کہ سننے والے حیران اور دیکھنے والے دھنگ رہ گئے۔ ان کو بھی بہادری کا دوسرا بڑا اعزاز ہلال جرأت دیا گیا۔ بریگیڈیئر عبدالعلی صاحب کے کارناموں کا ذکر اخبار نے اس طرح کیا۔

''عبدالعلی نے چونڈہ کے محاذ پر ٹینکوں کی عظیم جنگ میں پاکستانی فوج کی کمان کی اور ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ تاریخ حرب کے ماہرین حیران و ششدر رہ گئے۔'' (اخبار۔ روزنامہ امروز۔ لاہور 23/اگست 1965ء)

بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کے کارناموں کا ذکر ایک رسالہ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا۔

''سیالکوٹ چونڈہ سیکٹر پر بھارت نے پورے آرمرڈ ڈویژن سے حملہ کیا تھا۔ اس حملے کو ایک قادیانی بریگیڈیئر نے صرف ایک ٹینک رجمنٹ اور دو انفنٹری پلٹنیوں سے روکا تھا۔ اس بریگیڈیئر کو ڈویژن کمانڈر نے حکم دیا کہ سیالکوٹ خالی کر

دو۔ہم پیچھے ہٹ کر لڑیں گے اس قادیانی بریگیڈیئر نے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔اور حملہ روک لیا تھا اس بریگیڈیئر کا نام عبدالعلی ملک ہے“ (ماهنامه حکایت نومبر 1984ء صفحه 114)

۳۔چھمب کا محاذ

اس محاذ کی کمان بھی ایک احمدی لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک کے سپرد تھی۔انہوں نے حکمت عملی، بہادری اور جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کا ایک بڑا علاقہ فتح کر لیا۔یہ بہت بڑی فتح تھی آپ کے اس کارنامے کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت پاکستان نے آپ کو بہادری کا دوسرا اعزاز ہلال جرأت عطا کیا آپ سب سے پہلے جنرل تھے جنہوں نے یہ اعزاز حاصل کیا۔آپ کے اس عظیم کارنامے کا ذکر مشہور روانشور شاعر ادیب احمد ندیم قاسمی نے ان الفاظ میں کیا۔

”لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک قوم کے ایسے رہبر تھے جن کا نام پاکستانی بچوں کو بھی یاد ہے وہ بہادری اور استقامت اور اولوالعزمی کی ایک مجسم تصویر بن کر ابھرے اور اہل پاکستان کے ذہنوں پر چھا گئے۔“

(اخبار روزنامه جنگ کراچی 9ستمبر 1964ء صفحه4)

اس کے علاوہ جماعت احمدیہ کے ایک مشہور مخالف شورش کاشمیری نے بھی جنرل اختر حسین ملک کے حق میں یوں مدح سرائی کی۔

دہلی کی سر زمین نے پکارا ہے ساتھیو اختر ملک کا ہاتھ بٹاتے ہوئے چلو
اس کے سوا جہاد کے معنی ہیں اور کیا اسلام کا وقار بڑھاتے ہوئے چلو

(رساله چٹان 13/ ستمبر 1965ء صفحه 4)

لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک صاحب سرکاری کام کے سلسلہ میں 1969ء کوترکی تشریف لے گئے وہاں ایک حادثہ میں ان کی موت واقع ہوگئی۔...... ان کو ربوہ میں دفن کیا گیا۔

۴۔جوڑیاں کا محاذ

میجر قاضی بشیر احمد مردان کے رہنے والے مخلص احمدی تھے 1965ء کی جنگ میں جوڑیاں کے محاذ پر بہادری سے لڑتے ہوئے (......) ہوئے ان کے متعلق جناب نسیم کاشمیری اپنی کتاب بعنوان حق کے پرستار تحریر کرتے ہیں۔

”میجر مرحوم نے زندگی کے آخری تین دن اس طرح گزارے کہ کھانے پینے اور آرام کرنے کی مہلت بھی نہ ان کو ملی وہ مسلسل لڑتے رہے جب ان کی نعش محاذ سے گاڑی پر لائی گئی تو سپاہی اور آفیسر دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔“

(کتاب ـ حق کے پرستار مصنفه نسیم کاشمیری صفحه296)

الغرض 1965ء کی جنگ میں ہر محاذ پر احمدی سپوتوں نے بہادری، جرأت اور شجاعت کے بےمثال جوہر دکھائے اور اپنے پیارے وطن پاکستان کا دفاع کرتے ہوئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے اور شہادت کے رتبے پائے۔میجر منیر احمد

نے لاہور کے محاذ پر بہادری سے وطن کا دفاع کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر کے شہادت کا رتبہ پایا۔

فضائی معرکے

جس طرح بری فوج کے احمدی افسروں اور جوانوں نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے اسی طرح فضائی فوج میں بھی احمدی سپوتوں نے غیر معمولی کارنامے سرانجام دیئے۔ اور اپنے پیارے وطن کے دفاع میں اپنی جانیں قربان کردیں۔

سکواڈرن لیڈر خلیفہ منیر الدین (......)

سکواڈرن لیڈر خلیفہ منیر الدین بھی احمدی سپوتوں میں سے ایک تھے۔ اس نے جنگ 1965ء میں کئی غیر معمولی معرکے سرانجام دیئے۔ 11 ستمبر 1965ء کو ایک مشن امرتسر کے رڈار اسٹیشن کو تباہ کرنے کے لئے ترتیب دیا گیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس مشن پر روانہ ہوا۔ لیکن بدقسمتی سے ان کا جہاز دشمن کی توپوں کی زد میں آگیا اور وطن کا یہ مڈر اور بہادر ہوا باز اپنے وطن پر قربان ہوگیا۔ آغا اشرف نے اپنی کتاب بعنوان ہمارے غازی اور ہمارے شہید میں سکواڈرن لیڈر خلیفہ منیر الدین کے حالات زندگی اور کارنامے قابل تقلید ہوا باز کے عنوان سے شائع کیے ہیں وہ تحریر کرتے ہیں۔

''گورداسپور کا 36 سالہ منیر بڑا ہی ذہین اور مڈر ہوا باز تھا۔ ہماری ائرفورس میں وہ بڑی مقبول اور ہر دلعزیز شخصیت کا مالک تھا۔ اس کے جوہر فضائے آسمان پر کھلتے تھے۔''

(کتاب ہمارے غازی اور ہمارے شہید۔ مصنف آغا اشرف۔ صفحہ 770۔ 771)

خاکسار اب ان احمدی مجاہدین کا ذکر مختصراً کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ جنہوں نے جنگوں کے دوران اپنے اپنے محاذ پر بہادری اور جرأت کے غیر معمولی کارنامے انجام دیئے اور غازی کہلائے۔

ونگ کمانڈر رسید محمد احمد

ونگ کمانڈر رسید محمد احمد احمدی سپوتوں میں سے ایک سپوت ہے وہ دوران جنگ سرگودھا میں بطور بیس کمانڈر سٹاف آفیسر اپریشن ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے۔ ان کی حکمت عملی اور شاندار منصوبہ بندی کی وجہ سے بھارتی طیاروں کا نقصان پاکستانی طیاروں کے نقصان کی نسبت تین گنا زیادہ ہوا تھا۔

بریگیڈیئر وقیع الزمان خان

1965ء کی جنگ کے دوران ان کے سپرد مری میں انٹیلی جنس اور فوجی اپریشنز کا شعبہ تھا۔ اس شعبہ کے تحت کشمیر میں جو کارروائیاں کی گئیں وہ تاریخ کا ایک باب ہیں اور اس احمدی آفیسر کی شاندار خدمت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

جنگ 1971ء

1965ء کی جنگ میں بھارت کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ اس نے اس کا بدلہ لینے کے لئے ایک دفعہ پھر مسلم قوم کو

للکارا اور 1971ء میں پاکستان پر حملہ کر دیا اس جنگ میں بھی احمدی آفیسروں اور جوانوں نے حسب معمول بہادری اور جرأت کے غیر معمولی نمونے پیش کئے مغربی پاکستان میں اس جنگ کا سب سے بڑا محاذ کشمیر میں چھمب جوڑیاں سیکٹر تھا۔ جس کی کمان 1965ء کی جنگ کے رن کچھ کے ہیرو میجر جنرل افتخار جنجوعہ کر رہے تھے۔ وہ اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اگلے مورچوں تک جاتا اور دشمن پر شدید حملے کرواتا اس کی قیادت میں ایک دفعہ پھر چھمب فتح ہوگیا۔ ایک دفعہ وہ ہیلی کاپٹر پر اگلے مورچوں کا معائنہ کر رہے تھے کہ ان کا ہیلی کاپٹر دشمن کی توپوں کی زد میں آگیا۔ چنانچہ اس جیالے مجاہد نے اپنے پیارے وطن کی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی۔ اس بہادر جرنیل کے آخری الفاظ یہ تھے۔ ’’میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ مجھے (......) کا رتبہ مل گیا۔‘‘

بہادری کے اس عظیم کارنامے پر جنرل افتخار جنجوعہ کو ایک دفعہ پھر ہلال جرأت کا اعزاز دیا گیا۔ چھمب کا نام اس کے نام پر افتخار آباد رکھا گیا۔ اور کھاریاں چھاؤنی میں ایک کالج اور ایک رہائشی کالونی بھی اس کے نام پر قائم کی گئی۔ ایک اخبار نے آپ کے بارے میں لکھا۔

’’صدر نے میجر جنرل افتخار خاں شہید کو چھمب کے محاذ پر حالیہ جنگ میں بے مثال جرأت و شجاعت کا اعزاز دیا۔ اس سے پہلے وہ نمایاں خدمات کے عوض ہلال جرأت۔ ستارہ پاکستان اور ستارہ قائداعظم حاصل کر چکے تھے۔ چھمب کی لڑائی میں میجر جنرل افتخار نے دشمن کے مضبوط مورچوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے فوجیوں کے ہراول دستوں کی قیادت کی اور میدان جنگ میں اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بے مثال عزم اور جرأت کا مظاہرہ کیا۔ چھمب کو فتح کر لیا۔ 10 دسمبر 1971ء کو وہ ایک ہیلی کاپٹر میں اگلے مورچوں پر پرواز کر رہے تھے کہ ان کا طیارہ گر کر تباہ ہوگیا اور وہ شہید ہو گئے۔‘‘

(اخبار روزنامہ امروز لاہور 22 دسمبر 1971ء صفحہ 22)

فلائنگ آفیسر محمد شمس الحق

پاک فضائیہ کے ایک احمدی فلائنگ آفیسر محمد شمس الحق نے ڈھاکہ میں بھارتی طیاروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اس کی بے مثال مہارت جذبے اور جرأت کا ذکر پاک فضائیہ کی تاریخ میں مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا۔

’’سکواڈرن کے سب سے نوخیز اور کم تجربہ کار ہوا باز ہونے کے باوجود فلائنگ آفیسر شمس الحق نے دوران جنگ مثالی جرأت اور مہارت پرواز کا مظاہرہ کیا۔ 4 دسمبر 1971ء کو ڈھاکہ ائرپورٹ پر بھارتی طیاروں کے خلاف کارروائی میں اس نے ایک 5u7 طیارہ کو مار گرایا اسی اثناء میں چار ہنٹر طیارے بھی میدان میں آ گئے۔ وہ بلاتامل ان ہنٹر طیاروں پر پل پڑا اور ان میں سے دو کا کام تمام کر دیا اس کے بعد دشمن کے چار نگ طیاروں نے اس پر ہلہ بول دیا۔ لیکن شمس الحق نے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا اور ان کے حملے کو ناکام بنا دیا۔ چنانچہ انتہائی نامساعد حالات میں مثالی جرأت اور شاندار مہارت کے مظاہرے پر فلائنگ آفیسر شمس الحق کو ستارہ جرأت عطا کیا گیا۔‘‘ (تاریخ پاک فضائیہ صفحہ 282)

ممتاز انور (......)

ممتاز انور ایک مخلص احمدی تھے وہ پاکستان نیوی کے لیفٹیننٹ کے عہدہ پر فائز تھے سب سے پہلے ان کو پاک بھارت جنگ 1965ء میں اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملا۔ جنگ کے دوران اس نے بہادری اور جرأت کے بے مثال نمونے دکھائے اور داد و تحسین حاصل کی۔ 1971ء کی جنگ شروع ہونے سے پہلے وہ رخصت پر تھے۔ جنگی حالات کے تحت رخصت منسوخ کر کے اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہو گئے۔ ان کو مشرقی پاکستان بھیجا گیا۔ اگست 1971ء میں پاک نیوی کا جہاز بدر سمندری طوفان میں پھنس گیا لیکن لیفٹیننٹ ممتاز انور نے جہاز کے انجن کا کنٹرول سنبھالے رکھا تین دن اور تین راتیں متواتر کسی قسم کے آرام کے جہاز پر کھڑا رہا آخر جہاز کو خطرے سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ اسی جنگ کے دوران وہ پاک نیوی کے جہاز خیبر پر بطور چیف انجینئر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ کہ جہاز دشمن کے میزائلوں کا نشانہ بن گیا اور انجن روم میں آگ لگنے کی وجہ سے جہاز خالی کرنے کا حکم دیا گیا۔ مگر وہ آخری دم تک اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے اور فرض کی ادائیگی میں وطن پر اپنی جان قربان کر دی۔ اس کی اس بے مثال بہادری اور شجاعت پر حکومت پاکستان نے اس کو ستارہ جرأت کا اعزاز عطا کیا۔

(اخبار روزنامہ امروز لاہور 23 دسمبر 1971ء)

لیفٹیننٹ کرنل بشارت احمد

1971ء کی جنگ میں کرنل بشارت احمد آزاد کشمیر میں ایک بٹالین کی کمانڈ کر رہے تھے۔ ایک دن وہ اپنے طوفانی دستے کے ہمراہ چھمب محاذ کی طرف اس تیز رفتاری سے آگے بڑھے کہ ان کا رابطہ اپنے ہیڈ کوارٹر سے منقطع ہو گیا اور بھارتی فوجیوں نے انہیں اپنے نرغے میں لے کر ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ جس کے نتیجہ میں کئی جوان اپنے پیارے وطن پر نثار ہو گئے لیکن کرنل بشارت اور بعض دیگر ماتحت افسروں کو بھارتی فوج نے جنگی قیدی بنا لیا۔ 1972ء میں جب زخمی قیدیوں کا تبادلہ ہوا تو کرنل بشارت احمد واپس آ گئے۔ تو حکومت پاکستان نے ان کو بہادری اور جرأت کے صلہ میں تمغہ امتیاز عطاء کیا۔

مذکورہ بالا دونوں جنگوں میں احمدی افسروں اور جوانوں نے جو کارنامے سرانجام دیئے اور اپنی بہادری جرأت اور شجاعت کے جو بے مثال نمونے پیش کئے جن کے صلے میں ان کو حکومت پاکستان نے مختلف فوجی اعزازات سے نوازا پاکستان کی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے کیا کوئی غدار قوم ایسا کردار ادا کر سکتی ہے جیسا کہ احمدی افسروں اور جوانوں نے ادا کیا ہرگز نہیں۔ غدار تو ہمیشہ اپنی جان بچانے کی کوشش کرتا ہے جان دیتا نہیں۔ جان قربان کرنا تو محبّ وطن لوگوں کا شیوہ ہے۔ جو احمدی سپوتوں نے دونوں جنگوں کے دوران اپنایا اور اپنے پیارے وطن کے دفاع کے سلسلہ میں اپنی جانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس قول کو سچ کر دکھایا کہ وطن سے محبت ہر احمدی کے ایمان کا حصہ ہے لہذا مخالفین کا جماعت احمدیہ پر یہ اعتراض کہ یہ لوگ وطن سے مخلص نہیں سراسر دیگر اعتراضات کی طرح غلط اور بے بنیاد ہے۔

حضرت مسیح موعود کے ذریعے دین حق کا شاندار دفاع اور

سر سید احمد خاں کے علم کلام کی کمزوری

غیر از جماعت مصنّفین کے بے لاگ تجزیہ

مقالہ نگار: مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب

انیسویں صدی کے آغاز میں غیر مذاہب والے اپنے پرانے اور فرسودہ اعتراضات سے مسلح ہو کر (دین حق) پر نئے سرے سے حملہ آور ہوئے۔ یہ لوگ اس زمانہ کے...... علماء کی تفاسیر اور دیگر کتب کے ذریعے (دین حق) پر اعتراضات کرتے جس کے نتیجہ میں......کو غیر مذاہب کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑتی۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمان کہلانے والے اپنے دین کو ہی خیر باد کہہ رہے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد مسلمانان ہند کی پسماندگی اپنی انتہاء کو پہنچ گئی۔...... کے محض سیاسی اقتدار کا ہی خاتمہ نہیں ہوا تھا بلکہ وہ اقتصادی، سیاسی، اخلاقی، تعلیمی اور روحانی شکست سے بھی دوچار تھے۔ کہنے والے ڈنکے کی چوٹ پر یہ کہہ رہے تھے کہ عنقریب ہندوستان سے (دین حق) ختم ہو جائے گا اور...... دیکھنے کو بھی نہیں ملے گا۔ بعض علماء ...... کی اس پسماندگی کو دیکھ دیکھ کر کڑھتے رہتے تھے۔ مگر بے دست و پا تھے کیونکہ وہ زمانہ کے اعتراضات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ان کے اصولی جواب دینے سے قاصر تھے۔ نامور صحافی اور بہت سی کتب کے مصنف کالم نگار جناب عبداللہ ملک لکھتے ہیں:

”جس زمانہ میں مرزا غلام احمد دینی علوم کے حصول اور عبادت و ریاضت میں مصروف تھے وہ زمانہ ذہنی طور پر...... اور (دین حق) کے لئے بڑے کرب کا زمانہ تھا۔ ہندوستان میں...... کی حکومت ختم ہوئی تو اس صورت حال نے اُس طبقہ کو پریشان کیا جو مغل اور دیگر حکومتوں سے وابستہ تھے (دین حق) اب نئی حکومت میں وہ پریشان حال ہو رہے تھے۔ ایک طرف مادی زندگی کا کرب ان کو ستا رہا تھا۔ تو دوسری طرف انگریز اپنی حکومت کی توسیع کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغ پر بھی بہت مصر تھے۔ ایسی دستاویزی شہادتیں لا انداز مصنفین نے جمع کی ہیں۔ جن سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اس دور میں عیسائی پادریوں اور ان کی تبلیغ میں زبردست قسم کی جارحیت تھی اور انگریزی سرکار کے اہل کار کھلم کھلا ان پادریوں اور ان کے تبلیغی کارناموں کی سرپرستی فرماتے تھے۔ پنجاب میں اس امر کا شدت سے احساس انگریزی عملداری کے بعد ہونا شروع ہوا۔ اسی کرب کے دور میں مرزا غلام احمد کی تحریک احمدیت نے جنم لیا۔ لطف یہ ہے کہ سر سید اور غلام احمد دونوں عیسائیت کی یلغار سے بہت بری طرح متاثر ہوئے۔ اس کے خلاف مزاحمت کے طریقے ڈھونڈنے شروع کئے“۔

(پنجاب کی سیاسی تحریکات صفحہ ۳۳۸ از عبداللہ ملک مکتبہ نگارشات ۲۴ اے انار کلی لاہور ۔ تاریخ اشاعت یکم جنوری ۱۹۷۱ء)

ان حالات میں ایک ایسا طبقہ منظر عام پر آیا جو جدید علم کے ساتھ ساتھ دین (دین حق) کا بھی دعوے دار تھا۔ وہ جدید فلسفہ کو اپنانے میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ غیر مذاہب والے (دین حق) کے جس عقیدہ پر اعتراض کرتے یہ سرے سے ہی ان عقائد کا انکار کر دیتے۔ یا یہ لوگ ان کی ایسی دور از کار تاویلات کرتے کہ وہ...... عقیدہ اپنی حقیقت اور افادیت کھو بیٹھتا۔ دوسری صورت یہ ہوتی کہ جب غیر مذاہب والے (دین حق) پر اعتراض کرتے تو یہ گروہ ایسا معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتا کہ دین (دین حق) کا سارا حسن ختم ہو کر رہ جاتا۔

اس تاریک زمانہ میں جب تمام مذاہب عالم (دین حق) پر حملہ آور ہو رہے تھے اور عیسائیت کعبہ پر یسوع مسیح کا جھنڈا لہرانے کا دعویٰ کر رہی تھی۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا آپ کو مسیح موعود اور امام مہدی کے مقام پر فائز فرمایا۔ آپ نے غیر مذاہب کے گندے بودے اور باطل اعتراضات کے نہ صرف مدلل جوابات دیئے بلکہ ان کا جھوٹا ہونا ثابت کیا۔ اپنے دندان شکن جوابات سے ان اعتراضات کے پرخچے اڑا دیئے کہ مخالفین (دین حق) کو سامنے آنے کی جرأت نہ رہی۔ بلکہ آپ نے ایسا جارحانہ انداز اختیار فرمایا کہ ان کو اپنے مذاہب کی صداقت ثابت کرنا مشکل ہو گیا۔ دین حق کا یہ بطل جلیل ہر ایسے موقعہ پر جہاں دین حق پر اعتراضات ہوئے فوراً کمر ہمت کس کر میدان کارزار میں پہنچا اور اپنے خداداد دلائل سے اس میدان سے کامیاب و کامران اور فتح نصیب جرنیل کی طرح لوٹا۔ پھر یہی نہیں آپ نے غیر مذاہب کے اعتراضات کے جواب میں ایسا لٹریچر پیدا کیا اور ایک ایسا جدید علم الکلام دنیا کے سامنے پیش کیا جس میں دنیا کے تمام مذاہب کے (دین حق) پر کئے گئے اعتراضات کا کافی وشافی جواب موجود ہے۔ جہاں آپ نے غیر مذاہب والوں کے اعتراضات کا جواب دیا وہاں آپ نے ان کے عقائد کے خلاف اعتراضات کئے جو ان مذاہب کی بنیادی تعلیمات کے خلاف تھے۔ غرضیکہ آپ نے ایسا عظیم الشان علم الکلام دنیا کے سامنے رکھا جسے دین حق کے تمام مکتبۂ ہائے فکر کے لوگوں نے سراہا۔ بلکہ عیسائیوں آریہ ساجیوں، برہمو ساجیوں، سکھوں وغیرہ مذاہب کے ساتھ اپنے مباحثات میں آپ کے علم الکلام کو استعمال کر کے ان کے منہ بند کر دیئے۔ اور آپ کی وفات کے موقع پر اخبارات ورسائل نے غیر مذاہب کے اعتراضات کے جواب دینے اور آپ کی دیگر دینی خدمات کی وجہ سے آپ کو فتح نصیب جرنیل قرار دیا۔

اس زمانہ میں...... کی پسماندگی دور کرنے کے لئے مسلمانان ہند کے مشہور لیڈر سر سید احمد خاں صاحب بھی آگے آئے۔ انہوں نے مسلمانان ہند کی سیاسی، اقتصادی اور تعلیمی ترقی کے لئے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ لیکن دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ سر سید احمد خاں کا طرز فکر معذرت خواہانہ تھا۔ آپ برہمو ساج کی کامیابی سے متاثر تھے جو وحی والہام، معجزات، جنت و دوزخ اور قبولیت دعا سے انکار کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ الہامی کتب غلطیوں سے پاک نہیں ہیں۔ سر سید احمد خان نے بھی ان سے متاثرہ عقائد کو اختیار کیا اور ان کی تعلیمی پالیسی کو بھی اپنایا۔ عیسائیوں کے ساتھ بھی آپ کا رویہ مصلحت آمیز تھا۔ انگریزوں سے میل جول رکھنے کی خاطر رسالہ "طعام اہل کتاب" تحریر کیا۔ توریت اور انجیل کی تعلیمات کو (دین حق) کی

تعلیمات کے مطابق ثابت کرنے کے لئے ''تبیین الکلام'' کے نام سے تفسیر لکھی۔ شاید آپ پہلے...... تھے جس نے توریت اور انجیل کی تفسیر لکھی ہو۔ آریہ سماج کے ساتھ بھی آپ کے تعلقات نہایت اچھے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک معزز تعلیم یافتہ آریہ مسٹر چونی لعل ایم اے بیرسٹر ایٹ لاء لاہور کے مشہور آریہ اخبار ''پرکاش'' کے ''رشی نمبر'' میں ''سوامی دیانند اور اہل اسلام'' کے عنوان سے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:-

''جب رشی ۱۸۷۴ء میں بنارس پرچار (تبلیغ) کرنے گئے سید احمد خاں وہاں کے سب جج تھے۔ اور سوامی جی کے لیکچروں کا اہتمام سید صاحب کے مکان پر ہی کیا گیا۔ اور یہ سید صاحب کی ہی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ باوجود اس کے رشی (دیانند) نے اپنی تردید مذہب کی پالیسی کو بدستور جاری رکھا۔ اس دفعہ تبلیغ میں ان کو کسی قسم کی دقت پیش نہ آئی۔ جب اس کے چار سال بعد ۱۸۷۸ء میں رشی دیانند علی گڑھ گئے اس وقت سرسید بھی وہاں موجود تھے اور انہوں نے سوامی جی کی تشریف آوری پر ایک بھاری جلسہ کیا جس میں ہر جماعت اور ہر مذہب کے لائق آدمیوں کو مدعو کیا''۔

(''پرکاش'' رشی نمبر مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۱۷ء صفحہ ۲۲ بحوالہ آریہ سماج صفحہ ۲۵ شائع کردہ، سیکرٹری ترقی ..... قادیان ماہ جولائی ۱۹۲۹ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سرسید احمد خاں سے پہلا رابطہ:

۱۸۶۴ تا ۱۸۶۸ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بسلسلہ ملازمت سیالکوٹ تشریف فرما تھے تو آپ نے سرسید احمد خان صاحب کو ایک عربی خط تحریر فرمایا۔ اس کے بارے میں سرسید احمد خاں کے بہت بڑے معتقد اور علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے استاد شمس العلماء سید میر حسن صاحب لکھتے ہیں:-

''چونکہ مرزا صاحب پادریوں کے ساتھ مباحثہ کو بہت پسند کرتے تھے۔ اس واسطے مرزا شکستہ تخلص نے جو مراد بیگ نام جالندھر کے رہنے والے تھے۔ مرزا صاحب کو کہا کہ سید احمد خاں صاحب نے تورات و انجیل کی تفسیر لکھی ہے آپ ان سے خط و کتابت کریں۔ اس معاملہ میں آپ کو بہت مدد ملے گی۔ چنانچہ مرزا صاحب نے سرسید کو عربی میں خط لکھا (دین حق) ایک دفعہ ۱۸۷۷ء میں آپ تشریف لائے اس سال سرسید خان صاحب غفرلہ نے قرآن مجید کی تفسیر شروع کر دی۔ تین رکوع کی تفسیر یہاں میرے پاس آ چکی تھی۔ جب میں اور شیخ اللہ داد صاحب مرزا صاحب کی ملاقات کے لئے لالہ بھیم سین صاحب کے مکان پر گئے تو اثنائے گفتگو سرسید صاحب کا ذکر شروع ہوا۔ اتنے میں تفسیر کا ذکر بھی آ گیا۔ راقم نے کہا کہ تین رکوع کی تفسیر آ گئی ہے۔ جس میں دعا اور نزول وحی کی بحث آ گئی ہے۔ فرمایا ''کل جب آپ آویں تو تفسیر لیتے آویں'' جب دوسرے دن وہاں گئے تو تفسیر کے دونوں مقام آپ نے سنے اور سن کر خوش نہ ہوئے اور تفسیر کو آپ نے پسند نہ کیا''

(سیرت المہدی جلد اوّل ۱۵۴)

سرسید احمد خاں کے خیالات کا رد:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معرکۃ لآ راء کتاب براہین احمدیہ جس میں دین حق کی حقانیت اور خدائے واحد کو زندہ خدا ثابت کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے حصہ سوم میں آپ نے دس وساوس کا رد فرمایا ہے جو برہموسماج کے وساوس تھے۔ حضور نے اس میں ہی سرسید احمد خاں کے نیچری خیالات کا بھی رد فرمایا ہے۔ آپ سید عباس علی صاحب لدھیانوی کے نام اپنے ۸ نومبر ۱۸۸۲ء کے خط میں لکھتے ہیں۔

''دس وساوس جو حصہ سوئم میں لکھے گئے ہیں وہ برہموسماج کا رد ہیں یہ ایک اور فرقہ ہے جو کلکتہ اور ہندوستان کے اکثر مقامات میں پھیلا ہوا ہے اور لاہور میں بھی موجود ہے (دین حق) برہموسماج کا فرقہ دلائل عقلیہ پر چلتا ہے اور اپنی عقل ناتمام کی وجہ سے جو معقولات سے زیادہ اور جلد تر متاثر ہوتا ہے اس لئے اطفال مدراس اور بہت سے نوتعلیمیافتہ ان کی سو فسطائی تقریروں سے متاثر ہو گئے۔ سید احمد خاں بھی انہی کی ایک شاخ ہے اور انہی کی صحبتوں سے متاثر ہے پس ان کے زہرناک وساوس کی بیخ کنی کرنا از حد ضروری تھا'' (مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ ۲، ۳ مرتبہ شیخ یعقوب علی عرفانی)

حضرت اقدس سرسید احمد خان صاحب کی تعلیمی اور سیاسی خدمات کے معترف تھے مگر ان کے مذہبی خیالات اور (دین حق) کو مغربی فلسفہ کے مطابق ثابت کرنے کے سخت خلاف تھے۔ آپ نے ۱۸۸۲ء میں دنیا بھر کے مذہبی راہنماؤں کو قادیان آ کر نشان دیکھنے کی دعوت دی۔ پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں بھی آپ کے بارہ میں ذکر تھا''۔
(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۹۹، ۱۰۰)

حضرت اقدس نے آئینہ کمالات ...... کے حاشیہ ۲۲۶ تا ۲۷۳ میں سرسید احمد خان صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے ایک تفصیلی خط تحریر فرمایا جس میں ان کی مذہبی غلطیوں کی نشان دہی کی گئی ہے اور ان کو دین حق کی اصل تعلیمات سے آگاہ کیا گیا ہے اور اس زمانہ میں الہام وحی معجزات، ملائکہ کا ثبوت دینے کے لئے اپنے آپ کو پیش فرمایا۔ اس کے بعد سرسید احمد خاں کے رسالہ ''الدعاء والاستجابۃ'' اور رسالہ اصول التفسیر کا جواب حضرت مولانا نورالدین صاحب (جن کے سرسید احمد خاں سے بہت قریبی تعلقات تھے) کی تحریک پر ''برکات الدعا'' کے نام سے تحریر فرمایا جس میں قبولیت دعا کے طریق اور دعا کی فلاسفی بیان فرمائی۔ اور قرآن کی تفسیر کے اصول بھی تحریر فرمائے۔ اور اس میں لیکھرام پشاوری کی موت کی پیشگوئی کے پورے ہونے کی قبولیت دعا کا نشان بتایا گیا کہ سرسید احمد خاں کی وفات سے قبل لیکھرام قتل ہو جاوے گا۔ پیشگوئی پوری ہونے کے بعد حضرت اقدس نے سرسید احمد خاں کے سی ایس آئی پر اتمام حجت کرتے ہوئے ۱۲ مارچ ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا یہ اشتہار مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۲۴۰۔ ۲۴۱ پر شائع شدہ ہے۔ انہی دنوں سرسید احمد خاں حضرت اقدس کے ساتھ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کے ذریعہ سلسلہ جنبانی کر رہے تھے۔ چنانچہ سلسلہ احمدیہ کے اوّلین مورخ اور صحافی حضرت شیخ

یعقوب علی عرفانی صاحب سرسید کے اس خط کا جو حضرت اقدس کے نام لکھا گیا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مجھے افسوس ہے کہ ایک قیمتی مکتوب جو سرسید نے حضرت مسیح موعود (دین حق) کو لکھا تھا جب کہ ''برکات الدعا'' اور ''آئینہ کمالات اسلام'' ان کو بھیجی گئی تھی۔ میرے پاس اس کی کاپی تھی لیکن اب ملتی نہیں اس میں سرسید نے لکھا تھا

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ۔۔۔ آنچہ اوستاد ازلی گفت ہماں میگویم

اور دعا کے لئے بھی درخواست کی تھی۔ (الحکم ۱۴/ اپریل ۱۹۳۴)

حضور نے سراج منیر صفحہ ۵۶ پر بھی سرسید احمد خاں پر اتمام حجت فرمائی۔ حضرت اقدسؑ نے مقدمہ قدام قتل میں سرسید احمد خاں کو اپنی طرف سے صفائی کا گواہ لکھوایا تھا۔ پھر کشف الغطاء میں سرسید احمد خاں کے بارے میں اپنے خیالات تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔

جدید علم کلام اور سرسید احمد خاں:

سرسید احمد خاں صاحب نے بھی غیر مذاہب بالخصوص عیسائیت اور اہل فلاسفہ کے اعتراضات سے اپنے رنگ میں (دین حق) کے دفاع کی بھی کوشش کی۔ لیکن ان کا انداز اور طریق کار کیا تھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے جناب عبداللہ ملک لکھتے ہیں۔

''سرسید نے جدید علم الکلام کی بنیاد ڈالی جس کے متعلق انہوں نے ایک مفصل تقریر میں کہا تھا۔ اس زمانہ میں ایک جدید علم کلام کی حاجت ہے جس سے یا تو ہم علوم جدیدہ کے مسائل کو باطل کر دیں یا مشتبہ ٹھہرا دیں یا ...... مسائل کو ان سے مطابق کر دکھائیں'' (بحوالہ حیات جاوید ص ۲۷۴ از مولانا الطاف حسین حالی)

''یہ تفسیر (مراد سرسید احمد صاحب کی تفسیر قرآن) اب چھ سات جلدوں میں ملتی ہے اور اس کے مضامین کا ایک نہایت جامع خلاصہ حالی نے حیات جاوید میں درج کیا ہے۔ اس تفسیر میں سرسید نے قرآن کے تمام اندراجات کو عقل اور سائنس کے مطابق ثابت کیا ہے اور جہاں کہیں سائنس کی معلومات اور کلام مجید کے درمیان اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ وہاں معتزلہ طریقے کے مطابق آیات کی نئی تاویل اور تشریح کر کے اس اختلاف کو (اپنی دانست میں) دور کیا ہے۔ سرسید نے معراج، شق صدر کو رؤیا کا فعل مانا ہے۔ حساب، کتاب، میزان، جنت دوزخ کے متعلق تمام قرآنی ارشادات کو بطریق مجاز واستعارہ وتمثیل قرار دیا ہے۔ ابلیس اور ملائکہ سے کوئی خارجی وجود مراد نہیں لیا۔ حضرت عیسیٰ کے متعلق کہا ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ وہ بن باپ پیدا ہوئے (دین حق) دوسری طرف انہوں نے عیسائی مشنریوں کے اعتراضات کو دور کرنے کے لئے (دین حق) کی ایسی توجیہہ کی جس پر عمل کے لئے عقل اور جدید فلسفے کی رو سے کوئی اعتراض نہ ہو سکے۔ جس کے مطابق ...... کو موجودہ زمانے میں بالخصوص اپنے عیسائی حاکموں سے ربط وضبط رکھنے اور بڑھانے میں کوئی امر مانع نہ ہو۔ یہ تمام کوششیں بنیادی طور پر انگریزی حکومت اور ...... امراء کے درمیان خوشگوار تعلقات پیدا کرنے پر منتج ہوئی

ہیں۔ مذہب کی توجیہ اور تاویل کی ضرورت اس لئے تھی کہ مذہب کی بنیاد پر علماء کے ایک مقتدر گروہ نے تعلقات کی خوشگواری میں جو روک کھڑی کی تھی۔ اسے دور کیا جا سکے۔ چنانچہ یہی کام مرزا غلام احمد نے پنجاب میں کیا لیکن دونوں کے طریق کار میں بنیادی فرق تھا۔ اس فرق کا ذکر بعد میں کیا جائے گا لیکن یہ واقعہ ہے کہ سرسید کی تعلیمات ہوں یا مرزا غلام احمد کی دونوں تعلیمات کا اثر عامۃ المسلمین سے کہیں زیادہ تعلیم یافتہ افراد پر ہوا۔ کیونکہ یہی وہ تعلیم یافتہ طبقہ تھا۔ جو عیسائی پادریوں کے پروپیگنڈے اور تبلیغ کی وجہ سے (دین حق) کے بعض عقائد کے متعلق شاکی ہو رہا تھا''۔ (پنجاب کی سیاسی تحریکات صفحہ ۲۴۴-۲۴۶)

شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی نے سرسید کی سوانح اور خدمات پر ''حیات جاوید کے نام سے ایک ضخیم کتاب جو ۹۰۰ صفحات پر مشتمل ہے تصنیف کی ہے۔ جس میں سرسید کا ہر طرح دفاع کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اس کے باوجود وہ کہیں کہیں سرسید پر تنقید کے بغیر نہیں رہ سکے۔ چنانچہ مولانا حالی سرسید کی تفسیر القرآن کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''اگرچہ سرسید نے اس تفسیر میں جابجا ٹھوکریں کھائیں اور بعض مقامات پر ان سے رکیک لغزشیں ہوئی ہیں''۔

(حیات جاوید ۲۲۰ از مولانا الطاف حسین حالی)

مولانا اس سلسلہ میں مزید لکھتے ہیں:

''اس بات سے انکار نہیں ہوسکتا کہ آخری عمر میں سرسید کی خود رائی یا جو وثوق کہ ان کو اپنی رایوں پر تھا وہ حد اعتدال سے متجاوز ہوگیا تھا۔ بعض قرآنی آیات کے وہ ایسے معنی بیان کرتے تھے کہ جن کو سن کر تعجب ہوتا تھا کہ کیونکر ایسا عالی دماغ آدمی ان کمزور اور بودی تاویلوں کو صحیح سمجھتا ہے ہر چند کہ ان کے دوست ان تاویلوں پر ہنستے تھے مگر وہ کسی طرح اپنی رائے سے رجوع نہ کرتے تھے''۔ (حیات جاوید صفحہ ۲۲ از مولانا الطاف حسین حالی)

جدید علم الکلام کی ناکامی کی ایک اصولی وجہ یہ ہے کہ متکلمین عقل کو ہر چیز پر مقدم رکھ کر دلائل اور قیاسات کے ذریعہ (دین حق) کی حقیقت واضح کرتے ہیں۔ بظاہر تو یہ طریق کار ٹھیک ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ عقائد اور ایمان کی بنیاد عقل پر اتنی نہیں ہوتی جتنی قلبی مشاہدے اور ذاتی تجربہ پر۔ عقل تو ایک ایسا رفیق ہے جو ایک دوسرے رفیق کے بغیر بے کار ہے اور یقین تک نہیں پہنچا سکتی۔ جب آدمی اپنے تجربے اور مشاہدے کی مدد سے بقول غزالیؒ باطن کی آنکھوں سے اللہ کی قدرت دیکھ لیتا ہے تو اسے خود بخود خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین آجاتا ہے۔ اس یقین پر اسے مصائب میں تسکین ملتی ہے اور زندگی کی جدوجہد میں تقویت پہنچتی ہے۔ پھر اسے اس بات کی ضرورت نہیں رہتی کہ جزوی مسائل کو سائنس یا عقل کے ترازو میں تولے۔ مذہبی زندگی کی بناء روحانی تجربہ اور مشاہدہ پر ہے۔ عقل وقیاس پر نہیں۔ متکلمین خشت اول ہی ٹیڑھی رکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کے دلائل خواہ کس قدر موثر ہوں ان سے متکلمین کی روحانی تسکین نہیں ہوتی اور سرسید کی قابلیت محنت اور مذہبی ہمدردیوں کے باوجود سرسید کے ایجاد کردہ علم الکلام کی کمزوری ہے۔

سرسید نے اپنی تعلیمات کے لئے علم الکلام کا سہارا لیا۔عقل ودلیل کو اپنا ہتھیار بنایا اور جس بات کو وہ عقل اور دلیل کی کسوٹی پر پرکھنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔اس کو سرے سے ہی رد کر دیا۔اس کے لئے ان کو قرآن کریم کی بعض آیات کی دور از قیاس تاویلیں بھی کرنا پڑیں اور انہی کوششوں کی وجہ سے ان کے حامیوں کے دلوں میں خلش پیدا ہوئی کیونکہ (دین حق) کی بعض بنیادی صداقتیں ان تاویلات کی زد میں آئے بغیر نہ رہیں۔اور حقیقت تو یہ ہے کہ سرسید نے اس کوشش ناتمام میں جو معذرت خواہانہ علم الکلام ایجاد کیا وہ (دین حق) میں خود ان کے ہاتھوں ہونے والی توڑ پھوڑ کے ملبہ تلے دب گیا۔چنانچہ سرسید کے اس علم الکلام کی ناکامی کے بارے میں برصغیر پاک وہند میں اشاعت.....کی کوششوں پر سلسلۂ کتب کے مصنف آب کوثر،رود کوثر اور موج کوثر اور معروف سکالر جناب شیخ محمد اکرام صاحب لکھتے:۔

''یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے علم کلام نے تعلیم یافتہ طبقے یا ارباب شک والحاد کو ایمان کی دولت بہم پہنچائی ہے (دین حق) حقیقت یہ ہے کہ کسی فرد یا کسی قوم کی ترقی کے لئے جزوی عقائد یا مسائل کو سائنس کے مطابق ناقابلِ اعتراض ثابت کرنے کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی جتنی ایمان بالغیب ویقین کامل اور ان اخلاق اور روحانی خوبیوں کی جو مذہب حقہ کا عطیہ ہیں''۔ (موج کوثر ۱۷۲۔۱۷۳)

پروفیسر قاضی جاوید جو گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ کے استاد رہے ہیں۔اور کئی کتب کے مصنف ہیں وہ اپنی کتاب ''سرسید سے اقبال تک'' میں برصغیر پاک وہند میں مسلم فکر کی روحانی سیاسی نشوونما کی تاریخ بیان کرتے ہوئے سرسید احمد خاں کے علم کلام کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''انہیں (دین حق) کی نئی توجیہہ پیش کرنا پڑی۔مذہب کی روایتی صورت کے لئے فطریت کو تباہ کن خطرہ تصور کرتے ہوئے اس امر کی کوشش کی گئی کہ فطریت اور (دین حق) میں ہم آہنگی پیدا کی جائے۔ظاہر ہے کہ روایتی مسلمہ الٰہیات اس معیار پر پورا نہیں اتر سکتی تھیں۔لہٰذا فقہا اور تقلید پرستوں کی آراء کو حرف آخر سمجھنے سے انکار کیا گیا (دین حق) اس سلسلے میں زیادہ تر مدد اس تصور سے لی گئی کہ قرآن کریم کی زبان تمثیلی اور علاماتی ہے اس طرح گویا قرآنی تعلیمات کی من مانی توجیہات کا جواز تلاش کیا گیا''۔ (سرسید سے اقبال تک صفحہ ۳۰ از قاضی جاوید ٹمپل روڈ لاہور۔اشاعت ۱۹۸۶)

جناب پروفیسر کرار حسین سرسید کی تاویل اور مغرب پرستی پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''سرسید احمد خاں نے تو مغربی زندگی کو انسانی تہذیب کا اعلیٰ ترین نمونہ (میں اسوہ حسنہ کہنے والا تھا) سمجھ کر جہاں کہیں کسی .....عقیدہ اور رسم کو مغربی عقلیت سے ٹکراتے ہوئے دیکھا تو نہایت دیانتداری سے وہیں اس کی کوئی توجیہہ یا تاویل یا معذرت کر دی جس سے ذہن پر مرعوبیت کے نقوش گہرے ہونے کے علاوہ (دین حق) کی شکل ایک مسخرے کا لبادہ (Fool Motley) ہوتے ہوتے رہ گئی''۔ (''نقوش'' اقبال نمبر صفحہ ۱۱۲۔دسمبر ۱۹۷۷ء)

یہاں قدرت وہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۸ دسمبر ۱۸۹۷ء کے جلسہ سالانہ پر دوسری تقریر کرتے ہوئے دین حق پر فلسفہ کے اعتراض اور علوم جدیدہ کے دلدادوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

''آج کل اعتراضوں کی بنیاد طبعی اور طبابت اور ہیئت کے مسائل کی بناء پر ہے اس لئے لازم ہوا کہ ان علوم کی ماہیت اور کیفیت سے آگاہی حاصل کریں تا کہ جواب دینے سے پہلے اعتراض کی حقیقت تو ہم پر کھل جائے۔ میں ان مولویوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علوم جدیدہ کی تعلیم کے مخالف ہیں وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہیں ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ کی تحقیقات (دین حق) سے بدظن اور گمراہ کر دیتی ہے اور یہ قرار دیئے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس (دین حق) سے بالکل متضاد چیزیں ہیں چونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس لئے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے یہ بات تراشتے ہیں کہ علوم جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔ ان کی روح فلسفہ سے کانپتی ہے اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے۔ مگر وہ سچا فلسفہ ان کو نہیں ملا۔ جو الہام الٰہی سے پیدا ہوتا ہے جو قرآن کریم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ وہ ان کو اور صرف انہیں کو دیا جاتا ہے جو نہایت تذلل اور نیستی سے اپنی تئیں اللہ تعالیٰ کے دروازے پر پھینک دیتے ہیں۔ جن کے دل اور دماغ سے متکبرانہ خیالات کا تعفن نکل جاتا ہے۔ اور جو اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے گڑگڑا کر سچی عبودیت کا اقرار کرتے ہیں۔ پس ضرورت ہے کہ آج کل کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرو اور بڑے جدوجہد سے حاصل کرو۔ لیکن مجھے یہ بھی تجربہ ہے جو بطور انتباہ میں بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ان علوم ہی میں یک طرفہ پڑ گئے اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہل دل اور اہل ذکر کے پاس بیٹھنے کا ان کو موقعہ نہ ملا اور خود اپنے اندر الٰہی نور نہ رکھتے تھے وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے اور (دین حق) سے دور جا پڑے اور بجائے اس کے کہ ان علوم کو (دین حق) کے تابع کرتے الٹا (دین حق) کو علوم کے ماتحت کرنے کی بے سود کوشش کر کے اپنے زعم میں دینی اور قومی خدمات کے متکفل بن گئے مگر یاد رکھو کہ یہ کام وہی کر سکتا ہے۔ یعنی دینی خدمت بجا لا سکتا ہے جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہو۔ بات یہ ہے کہ ان علوم کی تعلیمیں پادریت اور فلسفیت کے رنگ میں دی جاتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان تعلیمات کا دلدادہ چند روز تو حسن ظن کی وجہ سے جو اس کو فطرتاً حاصل ہوتا ہے۔ رسوم (دین حق) کا پابند رہتا ہے لیکن جوں جوں ادھر قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ (دین حق) کو دور چھوڑتا جاتا ہے اور آخر ان رسوم کی پابندی سے بالکل ہی رہ جاتا ہے اور حقیقت سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔ یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے اور ہوا ہے یکطرفہ علوم کی تحقیقات اور تعلیم میں منہمک ہونے کا۔ بہت سے لوگ قومی لیڈر کہلا کر بھی اس رمز کو نہیں سمجھ سکے کہ علوم جدیدہ کی تحصیل جب ہی مفید ہو سکتی ہے۔ جب محض دینی خدمت کی نیت سے ہو اور کسی اہل دل آسمانی عقل اپنے اندر رکھنے والے مرد خدا کی صحبت سے فائدہ اٹھایا جائے۔

میرا ایمان یہی کہتا ہے کہ اس دہریت نما نیچریت کے پھیلنے کی یہی وجہ ہے کہ جو شیطانی حملے الحاد کے زہر سے بھرے ہوئے علوم طبعی فلسفی یا ہیئت دانوں کی طرف سے (دین حق) پر ہوتے ہیں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے یا ان کا جواب دینے کے لئے (دین حق) اور آسمانی نور کو عاجز سمجھ کر عقلی ڈھکوسلوں اور فرضی اور قیاسی دلائل کو کام میں لایا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے مجیب قرآن کریم کے مطالب اور مقاصد سے کہیں دور جا پڑتے ہیں اور الحاد کا ایک چھپا ہوا پردہ اپنے دل پر ڈال لیتے ہیں جو ایک وقت آکر اللہ تعالیٰ اپنا فضل نہ کرے تو دہریت کا جامعہ پہن لیتا ہے اور وہی رنگ دل کو دیتا ہے جس سے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ آج کل کے تعلیم یافتہ لوگوں پر ایک اور بڑی آفت جو آ کر پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو دینی علوم سے مطلق مَس نہیں ہوتا۔ پھر جب وہ کسی ہیئت دان یا فلسفہ دان کے اعتراض پڑھتے ہیں تو (دین حق) کی نسبت شکوک اور وساوس ان کو پیدا ہو جاتے ہیں تب وہ عیسائی یا دہریہ بن جاتے ہیں''۔ (ملفوظات جلد اوّل ۴۳۔۴۴)

حضرت مسیح موعودؑ کے علم کلام کی فوقیت کا اعتراف

سرسید کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی برتری اور فوقیت اور اس کے ہمہ گیر اثر کا ذکر کرتے ہوئے جناب عبداللہ ملک رقم طراز ہیں:۔

''اس علم الکلام نے سرسید کے پیروکاروں میں ایک گونہ تلخی پیدا کر دی تھی۔ کیونکہ ایک طرف وہ ان تعلیمات کو سچا بھی جانتے تھے ان کی ضرورتوں کا بھی ان کو پورا پورا احساس تھا دوسری طرف وہ روایتی مذہب پر بھی غیر شعوری طور پر دل و جان سے فریفتہ تھے۔ چنانچہ سچ یہ ہے کہ اس دور میں جن لوگوں کو سرسید نے متاثر کیا ساتھ ہی ان کو اپنی تعلیمات سے ایک گونہ آزردہ بھی کیا۔ ان ہی آزردہ دلوں کو بہت حد تک مرزا غلام احمد نے اپنے طور طریقوں سے سمیٹا۔ سرسید نے عقل کی بنیاد پر قرآنی آیات اور مذہبی تعلیمات و عبادات کی جتنی توجیہات اور تاویلات کی تھیں مرزا غلام احمد نے ان کے پرخچے اڑا دیئے۔ سرسید نے رسول خدا کے معجزات کو رؤیا کا فعل بتا کر تاویل کرنے کی کوشش لیکن مرزا غلام احمد نے ان معجزات کو عقل اور دلائل کی بنیاد پر درست ثابت کیا چنانچہ مرزا غلام احمد اپنی کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' میں لکھتے ہیں۔

''اور اس درجہ لقا میں بعض اوقات انسان سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں جو بشریت کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ جیسے ہمارے سید و مولیٰ سید الرسل حضرت خاتم الانبیا ﷺ نے جنگ بدر میں ایک سنگریزوں کی مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی مگر اس مٹھی نے خدائی طاقت دکھلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہنچا ہو اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے۔ اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہو گئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا اسی معجزہ کی طرف اللہ جلشانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (انفال آیت:۱۸)

یعنی جب تو نے اس مٹھی کو پھینکا وہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکا۔ یعنی در پردہ الٰہی طاقت کام کر گئی۔ انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا اور ایسا ہی دوسرا معجزہ آنحضرت ﷺ کا جو شق القمر ہے۔ اسی الٰہی طاقت سے ظہور میں آیا تھا۔ کوئی دعا اس کے ساتھ شامل نہ تھی کیونکہ وہ صرف انگلی کے اشارے سے جو الٰہی طاقت سے بھری ہوئی تھی وقوع میں آ گیا تھا۔ اور اس قسم کے اور بھی بہت سے معجزے ہیں جو صرف ذاتی اقتدار کے طور پر آنحضرت ﷺ نے دکھلائے جن کے ساتھ کوئی دعا نہ تھی۔ کئی دفعہ تھوڑے سے پانی کو جو صرف ایک پیالہ میں تھا اپنی انگلیوں کو اس پانی کے اندر داخل کرنے سے اس قدر زیادہ کر دیا کہ تمام لشکر اور اونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا اور پھر بھی وہ پانی ویسا ہی اپنی مقدار میں موجود تھا اور کئی دفعہ دو چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزار ہا بھوکوں پیاسوں کا ان سے شکم سیر کر دیا اور بعض اوقات تھوڑے سے دودھ کو لبوں سے برکت دے کر ایک جماعت کا پیٹ اس سے بھر دیا اور بعض اوقات شور آب کنویں میں اپنے منہ کا لعاب ڈال کر اس کو نہایت شیریں کر دیا اور بعض اوقات سخت مجروحوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو اچھا کر دیا اور بعض اوقات آنکھوں کو جن کے ڈیلے لڑائی کے صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھ کی ذاتی اقتدار سے پھر درست کر دیا۔ ایسا ہی اور بھی بہت سے کام اپنے ذاتی اقتدار سے کئے جن کے ساتھ ایک چھپی ہوئی طاقت الٰہی مخلوط تھی۔ حال کے برہمو اور فلسفی اور نیچری اگر ان معجزات سے انکار کریں تو وہ معذور ہیں وہ اس مرتبہ کو شناخت نہیں کر سکتے۔ جس میں ظلی طور پر الٰہی طاقت انسان کو ملتی ہے۔ پس اگر وہ ایسی باتوں پر ہنسیں تو وہ اپنے ہنسنے میں معذور ہیں کیونکہ انہوں نے بجز طفلانہ حالت کے اور کسی درجہ روحانی بلوغ کو طے نہیں کیا اور نہ صرف اپنی حالت ناقص رکھتے ہیں بلکہ اس بات پر خوش ہیں کہ اسی حالت ناقصہ میں مریں بھی'' (پنجاب کی سیاسی تحریکات صفحہ ۲۴۷۔۲۴۹)

جناب عبداللہ ملک اس سلسلہ میں مزید لکھتے ہیں:

''ان تمام سرگرمیوں نے مرزا غلام احمد کو اپنے متشدد پیروکاروں کا ایک مضبوط اور موثر حلقہ پیدا کرنے میں مدد دی۔ چنانچہ آریہ سماج کے خلاف مرزا غلام احمد نے جو تصنیف و تالیف کی، جو مناظرے اور مباحثے ترتیب دیئے ان سبھی اقدام نے پڑھے لکھے......کو متاثر کیا اور ان میں اچھی خاصی تعداد چھوٹے موٹے سرکاری ملازمین بھی تھے۔ کیونکہ ہندوؤں میں بالعموم آریہ سماج کی تحریک پنجاب میں سرکاری ملازمین اور وکیل اور ڈاکٹروں میں ہی پھل پھول رہی تھی اور ان سرکاری دفاتر میں کام کرنے والے......بھی آریہ سماج کا مقابلہ کرنے کے لئے دلائل اور منطق کے متلاشی تھے۔ چنانچہ اس محاذ پر بھی مرزا غلام احمد نے ہی ان......کی تشفی کی''۔

(پنجاب کی سیاسی تحریکات صفحہ ۲۵۴)

پروفیسر جناب قاضی جاوید صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور اپنی کتاب ''سرسید سے اقبال تک'' (جس میں برصغیر پاک و ہند کے......کی علمی اور فکری ارتقاء کی تاریخ بیان کی گئی ہے)، میں جماعت احمدیہ کے بلند نصب العین کے بارے

میں لکھتے ہیں:۔

''اس جارحانہ اور نوآبادیاتی نظام دشمن عنصر کی موجودگی نے احمدی تحریک کو علی گڑھ تحریک سے زیادہ مثبت بنادیا۔(دین حق) علی گڑھ تحریک میں (دین حق) کا دفاع کرنے کا رویہ غالب ہے جب کہ احمدی تحریک میں اس رویے کے ساتھ (دین حق) کو دنیا کا غالب مذہب بنانے کا شدید جوش ولولہ بھی موجود ہے احمدیہ تحریک کی تبلیغی سرگرمیاں بھی اس عنصر کی موجودگی پر دلالت کرتی ہیں''۔ (سرسید سے اقبال تک صفحہ ۱۰۷)

جناب سید حبیب صاحب ایڈیٹر روزنامہ ''سیاست'' لاہور نے جماعت احمدیہ کے خلاف ایک ضخیم کتاب بعنوان ''تحریک قادیان'' شائع کی جس میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی سرسید کے مقابلے میں برتری کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکے۔چنانچہ حبیب صاحب لکھتے ہیں:۔

''.....کو بہکانے کے لئے عیسائیوں نے دین حقہ (دین حق) اور اس کے بانی صلعم پر بے پناہ حملے شروع کر دیئے جن کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔آخر زمانہ نے تین آدمی ان کے مقابلہ کے لئے پیدا کئے۔ہندوؤں میں سوامی شری دیانند جی مہاراج نے جنم لے کر آریہ دھرم کی بنیاد ڈالی اور عیسائی حملہ آوروں کا مقابلہ شروع کیا۔.....میں سرسید علیہ الرحمۃ نے سپر سنبھالی اور ان کے بعد مرزا غلام احمد صاحب اس میدان میں اترے (دین حق) مذہبی حملوں کا جواب دینے میں البتہ سرسید کامیاب نہیں ہوئے اس لئے انہوں نے ہر معجزہ سے انکار کیا اور ہر مسئلہ کو بزعم خود عقل انسانی کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی۔نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں بچے کھچے جو علماء بھی موجود تھے ان میں اور سرسید میں ٹھن گئی۔کفر کے فتوے شائع ہوئے اور بہت غلاظت اچھلی۔نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحی پروپیگنڈہ زور پکڑ گیا اور علی گڑھ کالج .....کی بجائے ایک قسم کے ملحد پیدا کرنے لگا یہ لوگ محض اتفاقِ پیدائش کی وجہ سے.....ہوتے تھے۔ورنہ انہیں (دین حق) پر کوئی اعتقاد نہ ہوتا تھا (دین حق) اس وقت کے آریہ اور مسیحی مبلغ اسلام پر بے پناہ حملے کر رہے تھے۔اِکے دُکے جو عالم دین بھی کہیں موجود تھے وہ ناموس شریعت حقہ کے تحفظ میں مصروف ہو گئے۔مگر کوئی زیادہ کامیاب نہ ہوا۔اس وقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اترے اور انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریہ اپدیشکوں کے مقابلہ میں (دین حق) کی طرف سے سینہ سپر ہونے کا تہیہ کرلیا (دین حق) مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے ادا کیا۔اور مخالفین (دین حق) کے دانت کھٹے کر دیئے۔(دین حق) کے متعلق ان کے بعض مضامین لاجواب ہیں (دین حق)

.....ایک ایسی قوم ہیں جو اپنے خدام کی قدر کرتی ہے۔عیسائیوں اور آریوں کے مقابلہ میں مرزا صاحب کی خدمات کی وجہ سے انہیں سر پر بٹھایا اور دلوں میں جگہ دی مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم اور مولانا ثناء اللہ امرتسری جیسے بزرگ ان کے حامی اور معترف تھے اور ان ہی کے نام کا ڈنکہ بجاتے تھے''۔ (تحریک قادیان صفحہ ۲۰۸)

چنانچہ یہاں چند آراء ان لوگوں کی درج کی جاتی ہیں۔جو حضرت مرزا صاحب کے سلسلہ بیعت میں شامل نہ تھے۔

مگر کچھ عقل اور سمجھ ضرور رکھتے تھے اور صداقت کے اظہار کی جرأت کرتے تھے۔

(1) مولانا ابو الکلام آزاد نے لکھا:

''اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا۔ اور ہزاروں لاکھوں ...... اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔ غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی۔ کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر (دین حق) کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ ...... کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت (دین حق) کا جذبہ انکے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا''۔ (مولانا ابو الکلام آزاد: اخبار ''وکیل'' امرتسر 30 مئی 1908ء)

(3) جناب مرزا حیرت دہلوی صاحب نے لکھا کہ:

مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرے کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ بحیثیت ایک ...... ہونے کے بلکہ بحیثیت ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا''۔

(مرزا حیرت: ''اخبار کرزن گزٹ'' دہلی: کیم جون 1908ء: جلد نمبر 15 صفحہ 8: کالم نمبر 2)

(4) مولوی نور محمد نقشبندی نے لکھا:

''اسی زمانہ میں پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں ہندوستان کو عیسائی بنالوں گا۔ ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا (دین حق) کی سیرت واحکام پر اسکا حملہ ہوا، تو وہ ناکام ثابت ہوا کیونکہ احکام (دین حق) وسیرت رسول اور احکام انبیاء بنی اسرائیل اور ان کی سیرت جن پر اس کا ایمان تھا یکساں تھے پس الزامی ونقلی وعقلی جوابوں سے ہار گیا مگر حضرت عیسیٰ کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے اس کے خیال میں کارگر ثابت ہوا تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور لیفرائے اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں اور جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں پس اگر تم سعادتمند ہو تو مجھ کو قبول کر لو اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی''۔

(دیباچہ معجز نما عکسی قرآن مجید مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی صفحہ 30)

(5) علامہ نیاز فتحپوری لکھتے ہیں:۔

''مرزا غلام احمد صاحب نے (دین حق) کی مدافعت کی اور اس وقت جب کوئی بڑے سے بڑا عالم دین دشمنوں کے مقابلہ میں آنے کی جرات نہ کرسکتا تھا''۔

(علامہ نیاز فتحپوری: ماہنامہ نگار: اکتوبر 1960ء)

جماعت ...... کے ترجمان اخبار سہ روزہ ''ایشیا'' کے مدیر جناب نصر اللہ عزیز صاحب نے اپنے ادارتی صفحات میں بحث نظر کے عنوان سے جماعت احمدیہ کے قیام اور فروغ کا تجزیہ ان الفاظ میں پیش کیا:

''۱۸۳۱ء میں ایک تحریک اقامت دین بالاکوٹ کے جلوہ گاہ شہادت میں بظاہر ناکام ہوچکی تھی۔ اور ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کے ...... کے اقتدار کی وہ ٹمٹماتی ہوئی آخری شمع بھی بجھ چکی تھی۔ جو بہر حال ...... کے مایوس اور تاریک دلوں میں ایک امید کی کرن روشن رکھتی تھی۔ دوسری طرف انگریزی اقتدار کے جلو میں مکار پادری جدید علم کلام کے حربوں سے (دین حق) کی حقانیتوں پر حملہ آور تھے اور ...... کو بتاتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فوت ہوچکے ہیں۔ اس لئے عیسائیوں کو دنیا میں عروج اور غلبہ حاصل ہے اور ...... کی قسمت میں نامرادی وناکامی۔ اس کے ساتھ ہی وہ منطق وفلسفہ اور سائنس کے مسلمات کی رو سے ...... تعلیمات کو خلاف عقل ثابت کررہے تھے۔ اور چونکہ حکومت بھی ان کی پشت پر تھی اس لئے ان کا استدلال عوام کو متاثر اور مرعوب کررہا تھا۔ دوسری طرف سوامی دیانند نے ہندوؤں کے زوال کو روکنے اور ان کو مغربی تہذیب وتمدن اور علم ودانش کی مرعوبیت اور ہندو دھرم کی کمزوریوں سے نجات دلانے کے لئے بالکل عقلی اصولوں کے مطابق ویدک دھرم کی تعبیر پیش کرنا شروع کردیا تھا۔ اور چومکھی لڑائی کے ذریعہ وہ ہندو دھرم اور دوسرے مذاہب کی تردید بھی کررہے تھے اس کے لئے انہوں نے اپنے علم کی کمی کو طنز واستہزاء کے ذریعہ پورا کیا۔ جب ...... چاروں طرف سے اس طرح گھرے ہوئے تھے تو ہر وہ شخص جس نے ان کے مذہب کی حفاظت وحمایت کا ادعاء کیا ...... نے اس کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔ چنانچہ سرسید احمد خاں مرحوم کو علمائے ہند کے مقابلہ میں تعلیم یافتہ ...... میں جو زیادہ محبوبیت حاصل ہوئی تو اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ انہوں نے تشکیک کے ان کانٹوں کا ''مداوا'' مہیا کیا جو پادریوں اور پرچارکوں نے ان کے دلوں میں چبھو دیئے تھے۔ ہر چند سرسید کا علم کلام ...... علوم کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا تھا اور قرآن وسنت کی جو تعبیر وہ پیش کرتے تھے۔ وہ حقیقت سے بہت دور تھی لیکن چونکہ اس سے بعض لوگوں کے دلوں کے شکوک رفع ہوتے تھے اور (دین حق) کی حقانیت کے متعلق ان کے اضطراب کو سکون ملتا تھا۔ اس لئے وہ لوگ ان کے معتقد اور نیچری کہلانے پر فخر کرنے لگے (دین حق) بالکل یہی کیفیت مرزا غلام احمد قادیانی کے معاملے میں پیش آئی۔ جب وہ (دین حق) کی حمایت کا علم لے کر اُٹھے اور انہوں نے اپنے مخصوص علم کلام سے غیر مسلموں کا مقابلہ کرنا شروع کیا تو ...... نے ان کو بھی ہاتھوں ہاتھ لیا۔ خصوصاً وہ جدید طبقہ جو مغربی علوم سے مرعوب ہوکر عیسائیت کی طرف راغب ہورہا تھا۔ اور جسے سرسید کا علم کلام بھی بوجوہ مطمئن نہیں کرسکا تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ سرسید کی طرح ...... کا کھلم کھلا انکار کرنے کی بجائے مرزا غلام احمد قادیانی قرآن ہی سے ان کے انکار کا مواد پیش کررہے ہیں تو وہ ان کی طرف متوجہ ہوگیا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے زیادہ

نمایاں ساتھیوں میں سے اکثر ایسے تھے کہ اگر وہ قادیان نہ جاتے تو عیسائی ہو جاتے ۔ مولوی محمد علی ایم اے اور خواجہ کمال الدین اسی قسم کے لوگوں میں سے تھے"۔ (سہ روزہ ایشیاء لاہور ۹ مارچ ۵۶ء)

جناب نصر اللہ خاں عزیز صاحب مزید لکھتے ہیں:

"مرزا غلام احمد نے آ کر غیر مسلم پرچارکوں اور (دین حق) کے معترضوں سے گھبرائے ہوئے لوگوں کے لئے ایک سہارا مہیا کیا۔ وفات مسیح کا اعلان کر کے انہوں نے پادریوں کا منہ بند کیا اور قرآن مجید اور احادیث کے متشابہات کے اقرار آمیز انکار کے ذریعہ مغربی علوم سے متاثر......کو مطمئن کیا سرسید کے برعکس انہوں نے کسی چیز کا انکار نہیں کیا بلکہ اس کی (دین حق) توجیہ پیش کی (دین حق) اس علم کلام کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب کو......کی حمایت حاصل ہوگئی (دین حق)......علماء نے ان کی تردید اور مخالفت میں صرف بحث ومناظرہ کیا اور دلائل کا انبار لگایا۔ مگر یہ دلائل ان لوگوں کو کیا اپیل کرتے جو محسوس کرتے تھے کہ ان کے دلوں کی بہت سی بے اطمینانیوں سے ان کو نجات مل گئی تھی جن امور کو غیر مسلم مناظروں نے خلاف عقل قرار دیا تھا۔ مرزا صاحب نے کہا وہ سرے سے (دین حق) کے عقائد ہی نہیں (دین حق) اس کے ساتھ جب انہوں نے تبلیغ (دین حق) کے نام سے ایک منظم جدوجہد بھی شروع کردی تو......کو ان سے حسن ظن پیدا ہو گیا اور وہ علماء کی مخالفتوں کو اس وجہ سے نظر انداز کر گئے کہ علماء ان کے عقلی اور سیاسی اضطراب کو دور نہ کر سکتے تھے۔ یہ ہے تجزیہ ہمارے نزدیک قادیانی تحریک کے فروغ وقیام کا"۔

(ایشیاء لاہور ۱۳ مارچ ۵۶)

پچھلے سال اے۔آر۔وائی۔ٹی وی چینل پر ڈاکٹر شاہد مسعود کے پروگرام جس میں جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال۔ ڈاکٹر مہدی حسن ۔ ڈاکٹر مبارک علی اور ڈاکٹر اسرار احمد شریک گفتگو تھے ۔ڈاکٹر اسرار احمد نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی ہندوؤں آریوں اور عیسائیوں وغیرہ کے مقابل پر (دین حق) کے دفاع کی شاندار خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا

"مرزا صاحب تو اس وقت کے علماء کی آنکھ کا تارہ بن گئے تھے"۔

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو زبردست علم کلام پیدا فرمایا۔ اس کی برتری کا اعتراف اپنوں کو ہی نہیں بلکہ غیروں کو بھی ہے اور یہی وہ علم الکلام ہے جس کے ذریعہ احمدی داعیان الی اللہ اکناف عالم میں بانگ دہل (دین حق) کی صداقت کی منادی کر رہے ہیں اور ایک وقت آئے گا کہ جب دنیا تسلیم کرنے لگے گی:

"نوع انسان پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی ﷺ"۔ (کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹

ماہنامہ "انصار اللہ"

کیا آپ نے ماہنامہ انصاراللہ کا چندہ ادا کر دیا ہے؟ **براہ کرم اپنے بقایاجات ادا کر کے شکریہ کا موقعہ دیں۔** جزاکم اللہ احسن الجزاء نیز اپنے پتہ میں کسی بھی تبدیلی کی صورت میں دفتر ہذا کو مطلع فرمائیں۔ مینیجر ماہنامہ انصاراللہ